روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی

OCT. 1970

BHAGWAN RAM

Price Rs. 1-10 Editor : G.N. NANDA

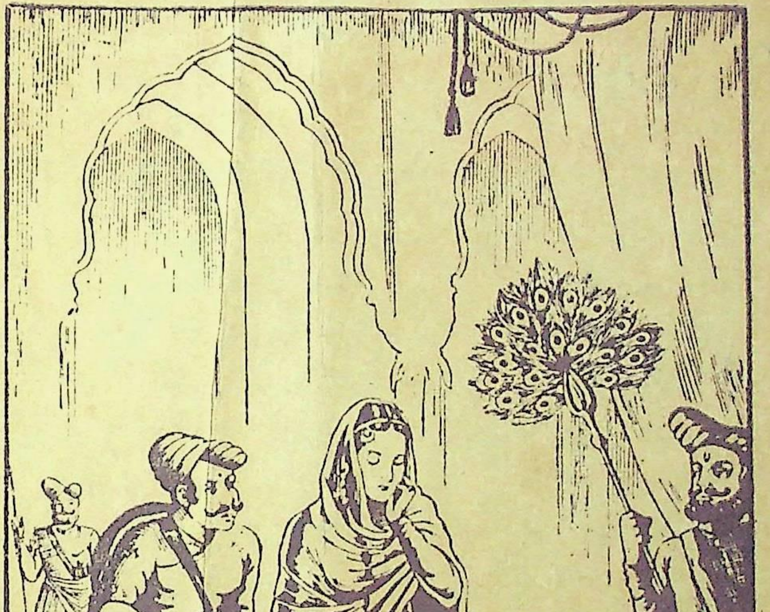

छत्रपति का एक दृश्य—मातृवत् परदारेषु ।

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

اوم
دہلی
اندرون بازار اجمیری گیٹ

دسہرہ نمبر

فہرست مضامین

بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۷۰ء

چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر 13/- روپے

بذریعہ وی پی 14½ روپے

ممالک غیر کیلئے بذریعہ سمندری ڈاک

بائیس 22/- روپے

بذریعہ ہوائی ڈاک 44/- روپے

رقم بذریعہ فارن منی آرڈر بھیجنے کی

کرپا کریں۔

سمپادک

گورکھ ناتھ نندہ

سلسلہ	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
۱	نیرو کمان والے۔ (نظم)	امیر الشعرا دیوان پنڈی داس قمرؔ	۲
۲	دسہرہ (نظم)	ایضاً	۲
۳	رام۔ رام۔ رام۔	گور بانی۔	۳
۴	شری رام اوتار	سنت تلسی داس جی۔	۴
۵	نرنکار کا روپ ساکار آیا۔	شری قمرؔ صاحب	۶
۶	رام نام مہما۔	گور بانی	۷
۷	ایشا واسیہ اپنشد۔	مترجم شری جسونت رام جی۔	۹
۸	جام وحدت۔	شری سوامی ہری پورنانند جی۔	۱۱
۹	مہرشی بامدیو کی کتھا۔	آتم درشی باوا نگینہ سنگھ جی بیدی۔	۱۲
۱۰	برہم ودیا سے بھینٹ۔	شری جگن ناتھ کھنہ صفیؔ۔	۱۵
۱۱	خطوط گوبند۔	شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنند جی۔	۱۷
۱۲	عظمت عرفان۔	شری موہن لال مستانہؔ	۱۹
۱۳	آنند کی ویاکھیا۔	شری سوامی شاشوت آنند جی۔	۲۰
۱۴	وید مقدس۔	مہاتما شوبرت لال جی ورمنؔ	۲۳
۱۵	بھارت کا چرتر۔	کوی لوکناتھ دلؔ	۲۷
۱۶	منش جنم۔	شری کرپال سنگھ ایم۔ اے۔	۲۸
۱۷	چہل درویش۔	چوتھے سادھو کی کہانی	۳۱
۱۸	بھول۔	حکیم رمیلداس مضطرؔ	۳۳
۱۹	التجا۔	شری بنسی دھر ویرؔ۔	۳۶
۲۰	اک نام تمھارا۔	سری واستوا	۳۶
۲۱	زندگی (نظم)۔	شری جگدیش چندر کوہلی	۳۷
۲۲	چنے ہوئے پھول۔	منشی رام سرنداس جی آریہ۔	۳۸
۲۳	ست سنگ سمیلن	پروفیسر نند لال ایم۔ اے۔	۳۹
۲۴	دھرم رکھشک شواجی	ایک تاریخی واقعہ۔	۴۳
۲۵	ہندو ویر چھترپتی شیواجی کا پرم چرتر۔	کوی لوکناتھ دلؔ۔	۴۵
۲۶	ناسک سرکار کی ہندو ورودھ نیتی۔	شری جگل کشور گپتا ایڈووکیٹ۔	۴۷
۲۷	آدرش بھگتنی شبری	پنڈت رتن چند رتنؔ	۵۰
۲۸	دو مسلمان بھگتوں کا الوکک پریم	شری جگن ناتھ کھنہ ایل ایل بی	۵۲
۲۹	پوجا اور غریب	شری رام لال سالکؔ	۵۳
۳۰	باوا لال جی	شری چھبیل داس رام بودی	۵۷

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ۔ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مالک نے سورن لیتھو پریس پٹوڈی ہاؤس دہلی نمبر ۶ سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اجمیری مکان نمبر ۲۰۶۲ سے شائع کیا۔

تیر و کمان والے

(از قلم امیر الشعراء دیوان پنڈت بیداس قمر)

ہر دل تیرا مکاں ہے تیر و کمان والے
پھر بھی تو لامکاں ہے تیر و کمان والے
تو روم روم میں ہے پھر کیوں کسی سے پوچھیں
کس طرف ہے کہاں ہے تیر و کمان والے
گو مدتیں ہوئی ہیں پھر بھی تیرے جنم کی
گھر گھر میں داستاں ہے تیر و کمان والے
وہ ذات پاک ایشور نرگن سروپ داتا
تیرے سوا کہاں ہے تیر و کمان والے
بندہ نواز تو ہے میں بندۂ حزیں ہوں
کیا چیز درمیاں ہے تیر و کمان والے
یہ تو مجھے بتا دے کیا سن لیا ہے تو نے؟
غمگیں کا جو بیاں ہے تیر و کمان والے
شاداب کب کروگے سنکر مری دعائیں
پژمردہ گلستاں ہے تیر و کمان والے
اے مہرباں بچا لو اپنے کرم کے صدقے
مشکل میں نیم جاں ہے تیر و کمان والے
تیری کماں سے نکلے وہ تیر جو مٹا دے
جو دل میں غم نہاں ہے تیر و کمان والے

شاداب کر قمر کا گلشن کہ اسکا اب تو
اک تو ہی باغباں ہے تیر و کمان والے

دسہرہ

از قلم دیوان پنڈت بید داس قمر

آتا ہے نئی شان سے ہر آن دسہرہ
بھارت میں خوشیوں کا ہے سامان دسہرہ
عالم میں مچی دھوم شری رام کی جے ہو
اقبال کا پرچم ہے مری جان دسہرہ
اٹھا ہے بھرت سن کے شری رام کی آمد
گاتا ہوا آیا ہے ہنومان دسہرہ
ہر سال تری دید ہے رگھوبیر کے درشن
ہے جان تیرے نام پہ قربان دسہرہ
رہتی ہیں برس تک اسی نوروز کی خوشیاں
گو ایک ہی دن کا ہے یہ مہمان دسہرہ

آنکھوں میں قمر کے ہے شری رام کی مورت
تیرا ہے مجھے شام و سحر دھیان دسہرہ

اوم

رام ۔ رام ۔ رام

اوم

(گور بانی)

رام رام سنگ کر بیوہار ۔۔۔ رام ۔ رام ۔ رام پران آدھار
رام رام رام کیرتن گائے ۔۔۔ رمت رام سب رہیو سمائے
سنت جناں مِل بولو رام ۔۔۔ سب تے نِرمل پُورن کام
رام رام دھن سنچ بھنڈار ۔۔۔ رام ۔ رام ۔ رام کر آدھار
رام رام بسر نہیں جائے ۔۔۔ کر کرپا گورو دیا بتائے
رام رام رام سدا سہائے ۔۔۔ رام رام رام بولائے
رام رام جپ نِرمل بھئے ۔۔۔ جنم جنم کے کِل وِکھ گئے
رمت رام جنم مرن نوارے ۔۔۔ اُچرت رام بھئے پار اُتارے
سب سے اُوچ رام پرکاش ۔۔۔ نِس باسر جپ نانک داس

۱۔ گورو مہاراج فرماتے ہیں۔ کہ جب سنت جنوں کو ملو۔ تب رام رام یا جے رام جیکی یا جے جے رام کہو۔ رام رام کہنے سے جہاں تمھارا کلیان ہوگا۔ وہاں جاتی کا بھی اُتھان ہوگا۔ رام ساکشات بھگوان وشنو کا اوتار تھے انہوں نے ماتا کوشلیا کو چتر بھج رُوپ میں درشن دیا۔ بعد میں اُسکی اُستتی اور پرارتھنا پر شِشو (بالک) بن گئے۔ وہ مریادا پرشوتم تھے۔ انہوں نے منش رُوپ دھارن کرکے مریادا اور دھرم کا پالن کیا۔ وہ ہمارے لئے آدرش منش بنے تاکہ ہمیں صحیح معنوں میں منش بننے کا سلیقہ آئے۔ وہ ہندو جاتی میں پرگٹ ہوئے، اُنکی جے منانے سے ہی تمام دیش اور ہندو جاتی کی جے ہوگی۔

دھرم کا بول بالا ہوگا۔ اَدھرم کا ناش ہوگا۔ اور مہاتما گاندھی کے رام راجیہ کا شپنا سکار تھ ہوگا۔

نئے سال جنوری سنہ ۱۹۷۱ء کا سالنامہ اُپاسنا انک ہوگا۔ جس کی قیمت فی کاپی چار روپئے ہوگی لیکن اوم کے مستقل خریداروں کی سیوا میں ۱۳/- روپئے سالانہ چندہ میں ہی (مفت) بھینٹ ہوگا۔ (منیجر)

شری رام اوتار

اوم

بھئے پرگٹ کرپالا دین دیالا کوشلیا ہت کاری
لوچن ابھی راماں تنو گھن سیاماں نج آیود بھج چاری
کہہ دو کر جوڑی استتی توری کہی بدھی کروں اننتا
کرونا سکھ ساگر سب گن آگر جہی گاویں شرتی سنتا
برہمانڈ نکایا نرمت مایا روم روم پرتی وید کہے
اُپجا جب گیا نا ں پربھو مسکانا چرت بہت بدھی کین چہے
ماتا پنی بولی سو متی ڈولی تجو تات یہ روپا
سنی بچن سجانا رودن ٹھانا ہوئی بالک سُر بھوپا

ہرشت مہتاری منی من ہاری ادبھت روپ وچاری
بھوشن بن مالا نین بسالا سوبھا سندھو کھراری
مایا گن گیاناتیت امانا بید پوران بھنتا
سو مم ہت لاگی جن انوراگی بھیو پرگٹ شری کنتا
مم ار سوباسی یہ پہاسی سنت دھیر متی تھر نہ رہے
کہی کتھا سوہائی ماتو بجھائی جہی پرکار ست پریم لہے
کیجے ششو لیلا اتی پریہ سیلا یہ سکھ پرم انوپا
یہ چرت جے گاویں ہری پد پاویں تے نہ پڑیں بھو کوپا

ویا کھیا۔ پوتر چیت کا مہینہ تھا۔ نومی تتھی تھی شُکل پکش تھا۔ دوپہر کا سمے تھا۔ نہ بہت سردی تھی نہ گرمی تھی۔ ایسا پوتر سمے سب لوگوں کو شانتی دینے والا تھا۔ شیتل مند اور سوگندھت پون چل رہا تھا۔ دیوتا ہرشت تھے۔ اور سنتوں کے من میں بڑا چاؤ تھا۔ بن پھولے ہوئے تھے ساری ندیاں امرت کی دھارا بہا رہی تھیں۔ جب برہماجی نے بھگوان کے پرگٹ ہونے کا سمے جانا۔ تب اُن کے سمیت تمام دیوتا وِمان سجا سجا کر چلے۔ نرمل آکاش دیوتاؤں سے بھر گیا۔ گندھرو گان کرنے لگے۔ اور پُشپ برسانے لگے۔ آکاش میں نگاڑے بجنے لگے۔ ناگ مُنی اور دیوتا اُستتی کرنے لگے۔ سمست لوگوں کو شانتی دینے والے جگت آدھار پربھو پرگٹ ہوئے۔

(۱) دینوں پر دیا کرنے والے کوشلیا کے ہتکاری کرپالو پربھو پرگٹ ہوئے۔ مُنیوں کے مَن کو ہرنے والے اُن کے ادبھت روپ کا وچار کر کے ماتا ہرش سے بھر گئی۔ نیتروں کو آنند دینے والا میگھ کے سمان شیام شریر تھا۔ چاروں بھجاؤں میں اپنے خاص آیدھ (ہتھیار) دھارن کئے ہوئے تھے۔ (دویہ) بھوشن اور بن مالا پہنے تھے۔ بڑے بڑے نیتر تھے۔ اس پرکار شوبھا کے سمندر تتھا کھر راکھشس کو مارنے والے بھگوان پرگٹ ہوئے + (نوٹ) = آج کا مغرب زدہ ہندو یہ اعتراض کرتا ہے کہ بھگوان ماتا کے گربھ میں کیوں آئے۔ وہ تو جنم مرن سے رہت اور سرو ویاپک ہیں۔ اُنکی شنکا اس پہلے شلوک سے نِرِت ہو سکتی ہے یعنی بھگوان عام جیووں کی طرح ماں کے گربھ میں نہیں آئے بلکہ ماتا کے سامنے وہ چتر بھج وشنو کے روپ میں پرگٹ ہوئے۔ اور اُنکا سروپ نیرا ادبھت تھا۔ اُنکے چار بازو تھے اور گدا پدم سنکھ اور چکر اُن کے چاروں ہاتھوں میں تھے۔ اور جب بھگوان کرشن پرگٹ ہوئے تب بھی اُنکا یہی سروپ تھا۔ وہ بھی ماتا دیوکی کے روبرو چتر بھجی روپ میں پرگٹ ہوتے تھے اور اُس کو خود ہی کہا تھا کہ وہ جب

بالک روپ بنا دیں۔ تو ان کو گوکل میں پہنچا دیا جاوے۔ وہاں ماتا جسودھاں کے ہاں لڑکی کا جنم ہوا ہے اُس کو اُٹھا لاویں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مطلب یہ کہ بھگوان پرگٹ ہوتے ہیں۔ جنم نہیں لیتے۔ نرسنگھ بھگوان بھی پرگٹ ہوئے تھے جنم نہیں لیا تھا۔ اپنے سناتن اتہاس کو شردھا اور وشواس سے پڑھنا چاہیئے تاکہ اوتار واد پر کسی طرح کی شنکا من میں اُتپن نہ ہو۔

(۲) جب ماتا کوشلیا نے چتر بھج روپ میں بھگوان کو اپنے روبرو دیکھا تو وہ اُنکی اُستتی کرنے لگی۔ وید اور پُران تم کو مایا۔ گُن اور گیان سے پرے اور پرتیا رہت بتلاتے ہیں۔ شرتیاں اور سنت جن دیا اور سُکھ کا سمندر سب گنوں کا دھام کہکر جن کا گان کرتے ہیں وہی بھگتوں پر پریم کرنے والے لکشمی پتی بھگوان (وشنو) میرے کلیان کے لئے پرگٹ ہوئے ہیں۔

(۳) وید کہتے ہیں کہ تمہارے ایک ایک روم میں مایا کے رچے ہوئے انیکوں برہمانڈوں کے سموہ بھرے ہیں۔ وہ تم میرے گربھ میں رہے۔ اس ہنسی کی بات کے سننے پر دھیر وویکی پرشوں کی بدھی بھی استھر نہیں رہتی وچلت ہو جاتی ہے۔ جب ماتا کو گیان اُتپن ہوا تب پربھو مسکرائے۔ وہ بہت پرکار کے چرتر کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے انہوں نے پچھلے جنم کی سُندر کتھا کہکر ماتا کو سمجھایا۔ جس سے انہیں پتر کا واتسلیہ پریم پراپت ہو یعنی بھگوان کے پرتی پُتر بھاؤ ہو جائے۔ (پھر انہوں نے اپنی مایا کا پردہ ڈالا)

(۴) ماتا کی وہ بدھی بدل گئی تب وہ پھر بولی:۔ ہے تات! یہ روپ چھوڑ کر اتینت پریہ بال لیلا کرو یہ سُکھ میرے لئے پرم انوپم ہوگا۔ ماتا کا یہ بچن سُنکر دیوتاؤں کے سوامی سُجان بھگوان نے بالک روپ ہو کر رونا شروع کر دیا۔ تُلسی داس جی کہتے ہیں۔ جو اس چرتر کا گان کرتے ہیں وہ شری ہری کا پد پاتے ہیں۔ اور پھر سنسار روپی کوپ میں نہیں گرتے

نوٹ:۔ جب بھگوان نے ماتا کوشلیا کو چتر بھج (وشنو) روپ میں درشن دیا۔ تو ماتا نے اُنکی اُستتی کی لیکن پھر یہ کہا کہ بھگوان دنیا کے لوگ آپ کی مایا کو جان نہیں سکتے۔ جب لوگوں کو پتہ لگے گا کہ بھگوان کوشلیا کے گربھ میں رہے تو اُنکو یہ بھرم ہو جائیگا کہ سرو شکتیمان سرو دیاپک بھگوان بھلا منش روپ کیسے رہ سکتے ہیں۔ اس لیئے کرپا کر کے اپنا روپ بالک کا سا بنا لیویں۔ تاکہ لوگ کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں۔ بھگوان نے ماتا کو اُس کے پچھلے جنم (منو اور شترو پا) کے کٹھن تپ کی یاد دلائی اور اپنا وعدہ بھی بتایا کہ میں نے اُس وقت تمہاری اچھا کے انوسار یہ ور دیا تھا کہ اگلے جنم میں میں تمہارے گھر پتر روپ میں پرگٹ ہونگا۔ چنانچہ وہی وعدہ میں نے پورا کر دیا ہے۔ اب تمہاری آگیا انوسار میں بالک روپ دھارن کرتا ہوں اور اپنی لیلائیں دکھاتا ہوں۔ چنانچہ وہ بالک روپ بن گئے اور جیسے جنمتے وقت بچے روتے ہیں۔ ویسے ہی رونا شروع کر دیا۔ جس کو سُنکر محلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اب جو لوگ اوتار واد کو نہیں مانتے اُنکو وچار کرنا چاہیئے کہ بھگوان گربھ میں آتے تو عام بالکوں کی طرح شششو سے ہوتے کیا کسی نے آج تک ایسا بالک دیکھا ہے جو بھگوان وشنو کی طرح چار بھجاؤں والا ہو۔ بھگوان جب پرگٹ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی مایا کو آدھین کر کے اپنا ادبھت روپ پرگٹ کرتے ہیں۔ یہی تو اُن کی اپرمپار لیلا ہے۔ جسکو سوائے بھگتوں کے اور کوئی جان نہیں سکتا

اوم اوم

ترنکار کا روپ ساکار آیا

(امیر الشعراء دیوان پنڈی داس جی قمر)

جگت کا سہارا شری رام رگھبر — کوشلیا دلارا شری رام رگھبر
وہ آنکھوں کا تارا شری رام رگھبر — ہے رکھشک ہمارا شری رام رگھبر

ترنکار کا روپ ساکار آیا
اجودھیا کا گلزار جس نے کھلایا

فلک سے زمیں پر گل افشانیاں ہیں — کہ خود خالق عرش رحمت فشاں ہیں
قدمبوس جھک جھک کے سات آسماں ہیں — شب غم میں انوار جلوہ کناں ہیں

اوم اوم

رام نام مہما

(بانی گورو گرنتھ صاحب. محلہ ۴)

جھم جھم جھم جھم برسے امرت دھارا رام
رام نام پیارا جگت نستارا رام نام وڈیائی
ہلت پلت رام نام سہیلے گورمکھ کرنی ساری
جنی رامو رام نام وساریا سے منمکھ مورڈھ ابھاگی رام
مایا من لاگی مورڈھ بھئے ابھاگی جن رام نام نہ دھیایا
جہاں وکھم جم پنتھ دوہیلا کالکھ ہوہ اندھیارا
رامو رام نام گورو رامو گورمکھ جانے رام
من اکت گھر آئے سب گن منت جا ہر رامو نام سہائے
رامو رام رمو رم اچا گن کہتیاں انت نہ پایا
جن انتر رام نام وسے تن چنتا سب گوائیا رام
من چندیاں پھل پایا رام نام دھیایا رام نام گن گائے

گورمکھ گورمکھ ندری رام پیارا رام
کلجگ رام نام بوہتھا گورمکھ پار لگائی
نانک دات کرپا کر دیوے رام نام نستاری
تن انتر ہوہ دیا پے کھن کھن مایا لاگی رام
انیک کرم کرے ابھیمانی ہر رامو نام چرایا
نانک گورمکھ نام دھیایا تا پائے موکھ دوارا
ایہہ منوا کھن اودھ پیایا بہو مدا اکت گھر آئے رام
جن کی ٹیچ رکھے رام نامانیر کلاوا دھار ترلئے
نانک رام نام سن بھینے رام نام سمایا
سب ادٹھ سب بارہ ہم ملے من چندیاں سو پھل پایا رام
درمت کو بدھ گئی سدھ ہوئی رام نام من لائے

سپھل جنم مہرپرسب ہو ئیا جت رام نام پرگاسیا — نانک ہر بھج سدا دن راتیں گورمکھ ہنج گھر واسیا
جن سمرتھا رام نام لگی تن وچ چت نہ لائیا رام — جے دھرتی سب کنچن کر دیجے بن ناویں اور نہ بھائیا رام
رام نام من بھائیا پرم سکھ پائیا انت چندیا نال سکھائی — رام نام دھن پونجی سنچی نا ڈوبے نہ جاتی
رام نام اس جگ میں تلہا جم کال نیڑ نہ آوے — نانک گورمکھ رام پچھاتا کر کرپا آپ ملاوے
گورسکھ سکھ گورو ہے ایکو گور اپدیش چلائے — رام نام منتر ہردہ دیوے نانک ملن سوکھائے

لوٹ:- گورو گرنتھ صاحب کی تقریباً ایک ایک لائن میں رام نام کا شبد آتا ہے نہ معلوم اس گرنتھ پر شردھا رکھنے والے کیوں رام نام منتر کا جاپ اور بھگوان رام کا بھجن نہیں کرتے اور نہ ہی رامائن کا پاٹھ ہی کرتے ہیں۔ حالانکہ دسویں پادشاہی گورو گوبند سنگھ جی نے سپشٹ شبدوں میں رامائن کی مہما گائی ہے۔

رام کتھا جگ جگ اٹل سب کوئی بھاکھت نیت — سورگ باس رگھوبر کیا سگری پری سمیت
جو ایہہ کتھا سنے اور گاوے — دکھ پاپ تہہ نکٹ نہ آوے
بشن بھگت کی اہ پھل ہوئی — آدھ بیادھ چھو سکے نہ کوئی

گورو تیغ بہادر جی کے آخری شبد جو انہوں نے شہید گنج دہلی میں کہے تھے:-

بل چھٹکیو بندھن پڑے کچھو نہ ہوت اپائے — کہو نانک اب اوٹ ہر گج جیوں ہو ہو سہائے
سنگ سکھا سب تج گئے کوؤ نہ نبھیو ساتھ — کہو نانک ایہہ بپت میں ٹیک ایک رگھوناتھ
رام نام اُر میں گہیو جا کے سم نہیں کوئے — جہہ سمرت سنکٹ مٹے درس تہارو ہوئے

کلجگ کیول نام آدھارا — جپت جپت نر اُترہیں پارا

لوٹ:- سدا گج ہاتھی کو کہتے ہیں۔ یہ ایک مشہور پرانک کتھا ہے جسکو ہر ہندو جانتا ہے۔ گورو مہاراج کے یہ شبد ثابت کرتے ہیں کہ انکو پرانک گرنتھوں پر کسقدر شردھا اور وشواس تھا۔

انگریزوں کی حکومت سے پہلے ہندو اور سکھ دو علیحدہ مذہب نہیں سمجھے جاتے تھے لیکن انکی کٹل نیتی سے آج سوائے چند سمجھدار لوگوں کے باقی تمام لیڈر تفرقات بڑھا کر قوم اور دیش کی یکجہتی کو بے حد نقصان پہنچا رہے ہیں۔ کوئی وقت تھا جب ہر ہندو گھرانے میں سب سے بڑے لڑکے کو سکھ بنانا ایک متبرک اور دھارمک فرض سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب ہر سمجھدار ہندو محسوس کرنے لگا ہے کہ اکالی پنتھ اب سکھ دھرم کا انویائی نہیں رہا۔ اس لئے اپنے لڑکوں کو سکھ بنانا گویا ہندو دھرم سے متنفر کرنا ہے کیونکہ اکالی پنتھ اپنی سناتن مریاداؤں کو تلانجلی دیکر رام اور کرشن کی نندا کرنے میں اپنی بڑائی خیال کرنے لگا ہے۔

حالانکہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے اپنے دسم گرنتھ میں رام اور کرشن کو اوتار ثابت کیا ہے۔"

مکار دشمن انگریز کی کٹل نیتی نے ہمارے دماغوں پر کتنا بھیانک اثر کیا ہے۔ اکالی سکھ اب مندروں میں جانا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور ادھر ہندو بھی اب گوردواروں میں جانا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ جہاں رام اور کرشن جیسے مہاپرشوں کی نندا ہو۔ اور جہاں مورتی پوجا اوتارواد۔ شرادھ ترپن۔ اور ویدوں کی تعلیم کا ورودھ ہو۔ وہاں ہندو جا کر کیا کریں۔ کسی نے سچ کہا ہے:۔ ؎

دشمن بات کرے ان ہونی۔

مکار دشمن انگریز نے پتا پتر ہیں۔ بھائی بھائی ہیں۔ استری پرش ہیں۔ مالک اور نوکر ہیں۔ نفرت کا سبق دیکر اس پوتر بھارت ورش کی پراچین سبھیتا اور سناتن ویدک دھرم کی جڑوں کو ہی کھوکھلا کر دیا ہے۔ اپنے دھرم شاستروں پر ہماری شردھا نہیں رہی۔ اور ہم شتر بے مہار کی طرح ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں:۔

کبھی آنند پوریے۔ کبھی سمت وادی۔ کبھی پریم سماجی۔

کبھی اکالی۔ کبھی رادھا سوامی۔ کبھی نرنکاری۔ کبھی برہما کماریاں اور دیگر بے شمار پنتھوں کی شرن لیتے ہیں۔ لیکن آتم گیان اور شانتی کی کہیں سے بھی پراپتی نہیں ہوتی۔ سناتن ویدک دھرم سے متنفر ہو کر ہم گورو ڈم کے بھیانک جال میں پھنس گئے ہیں۔ ان پنتھوں میں بیشتر تو یہی سبق دیتے ہیں۔ کہ گورو کی شرن آجاؤ۔ گورو ہی پرمیشور ہے۔ گورو روپ میں بھگوان ساکھشات پرگٹ ہو چکا ہے۔ ماس۔ شراب وغیرہ اندریوں کے بھوگوں میں کوئی برائی نہیں ہے۔ کھاؤ پیو اور موج اڑاؤ EAT DRINK AND BE MARRY یہ جنم بار بار نہیں ملیگا۔ گورو مہاراج تمہیں اس سنسار سے تار دینگے۔ مرنے کے بعد تمہاری روح کے ساتھ وہی ہونگے۔ مندروں میں جا کر پتھروں کی پوجا کرنا۔ نیز جپ تپ اور بھجن سب بیسود ہیں۔ جب گورو کے روپ میں ساکھشات پرماتما پرگٹ ہو چکے ہیں۔ تو رام۔ کرشن۔ گورو نانک وغیرہ کو اوتار مان کر ان کی استتی اور پرارتھنا کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔ وہ تو اس سنسار میں اب ہیں نہیں۔ اسلئے جو پرماتما تمہارے روبرو (گورو) پرگٹ ہے۔ صرف اسکو ہی پرمیشور مانو۔ بھگوان کرشن کی بنائی ہوئی گیتا غلط ہے۔ ہمارے (برہما کماریوں کے) گورو کی بنائی ہوئی گیتا ہی بھگوان (شو) کی سچی گیتا ہے۔

یہ سب نئے نئے پنتھ کیوں جاری ہوئے؟ اسکی تمام ذمہ داری آریہ سماج اور اکالیوں پر ہے۔ اکالی پنتھ اور آریہ سماج نے سناتن رشیوں کے سدھانتوں کا ورودھ کیا۔ لوگوں میں اشردھا بڑھی اور تقریباً سب ہندو اور سکھ اپنے سناتن ویدک دھرم سے متنفر ہو گئے۔ اب نہ کوئی آریہ سماج میں جاتا ہے۔ نہ مندروں میں۔ گورو گرنتھ صاحب کے اکھنڈ پاٹھ تو کرائے جاتے ہیں۔ لیکن گوروؤں کی تعلیم پر کسی کا بھی عمل نہیں۔ کیونکہ گورو گرنتھ صاحب کی بانی کو سمجھنے کے لئے ویدانت کے گرنتھوں کا سوادھیائے ضروری ہے۔ جن کو پڑھنا اور سننا تو درکنار دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھا جا رہا ہے۔ گورو گرنتھ وید شاستر اور پورانوں کا سار ہے۔ اسکو سمجھنے کے لئے وید شاستر۔ پوران۔ اور ویدانت گرنتھوں کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ صرف طوطے کی طرح بانی رٹ لینے سے آتم گیان کی پراپتی اسمبھو (ناممکن) ہے۔"

گزشتہ سے پیوستہ (اوم) قسط نمبر ۸

ایشاواسیہ اُپنشد

(مترجم شری جسونت رام جی)

میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں۔ تولتا ہوں۔ جانتا ہوں۔ ان کسوٹیوں پر پورا اُترنا تو کیا۔ پاسنگ بھی تو نہیں ہوں۔ پھر بھی غرور کرتا ہوں کہ میں انسان ہوں شاید میں سمجھتا ہوں کہ میں اونچا اُٹھ رہا ہوں۔ دُنیا میری طرف جھکنے لگیگی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں گرتا جا رہا ہوں اور وہ دن نزدیک ہے۔ جب سب مجھے ٹھوکریں ماریں گے۔ کاش کہ میں سمجھوں کہ غرور انسانیت نہیں عمل حیوانیت ہے اور میں حیوان نہیں۔ اس لئے عمل حیوانیت مجھے شوبھا نہیں دیتا۔

انسانیت عمل ہے۔ فرض ہے۔ کرم ہے۔ یہ عمل ہر کسی کے لئے لازمی ہے۔ اس کے بغیر دُنیا کی تخلیق جاری نہیں رہ سکتی۔ انسان کیا خود بھگوان بھی عمل کے بغیر نہیں رہتے تبھی تو گیتا میں (ادھیائے تین شلوک ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴) بھگوان شری کرشن جی فرماتے ہیں " میں اپنے لئے کچھ خواہش اور تمنا نہ ہوتے ہوئے بھی۔ کیونکہ مجھے کمی ہی کسی چیز کی نہیں۔ پھر بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ کئے جاتا ہوں۔ اسلئے نہیں کہ کچھ ملیگا۔ بلکہ اس لئے کہ ایسا کرنا فرض ہے۔ میں سب سے بڑا ہوں۔ عالم میں سبھی بڑوں کی پیروی کرتے آئے ہیں۔ بچے باپ کے نقش قدم پر چلنا سیکھتے ہیں۔ اُستاد سے ہی تو شاگرد سیکھتے ہیں۔ میں بڑا ہو کر اگر خود ہی کچھ نہ کروں۔ تو میری مخلوق میری اولاد بھی یہی سیکھے گی۔ اور اگر سب اپنا کرم چھوڑ دیں۔ تو سنسار کا چلنا ہی ختم ہو جائیگا۔

ابھی ہم زندگی کی چار منزلوں کی تقسیم اور ہر پڑاؤ کے بعد منزل مقصود پر پہنچنے کی بحث کر رہے تھے۔ اس دوسری منزل پر ابھی اتنا ہی اکتفا کرتے ہیں کہ یہ عمل کی منزل ہے۔ اس پر آخر میں پھر بحث کرینگے۔

تیسری منزل بان پرستھ آشرم۔ منزل ریاضت۔ زندگی کا تیسرا پڑاؤ۔ 25 سال تک گرہستھ کے آرام و آسائش دیکھنے اور ہر قسم کے لذات لوٹنے کے بعد کیا دل بھر جاتا ہے۔ نہیں۔ وہ تو چاہتا ہے کہ زندگی بھر ایسے مزے لوٹتا ہی رہوں۔ پر زندگی کا نصب العین صرف ادھوری زندگی ہی تو نہیں۔ اسی لئے تو اس کا بھی وصہ تعین کر دیا گیا۔ کہ انسان جاگے گرہستھ کے چکر سے ذرا نکل کر۔ ایک طرف بیٹھ کر سوچے۔ بچار کرے۔ 25 برس تک کیا کیا اس نے۔ کہاں ٹھیک چلا۔ کہاں ٹھوکریں کھائیں۔ اپنی غلطیوں کیلئے پشچاتاپ کرے۔ تیاگ نہیں عمل سے مکمل طور سے مجرد رہتے ہوئے۔ اپنی خواہشات کو عمل ریاضت سے مارتے ہوئے اپنی آتما کو سنسار میں اور سنسار کو اپنی آتما میں دیکھتے ہوئے: اور اس سے اوپر اپنے مخزن برہم کی آرادھنا کرتے ہوئے جہاں آخر کار مل جانا ہے۔ اپنے آپ کو اپنے عمل سے پاکیزہ کرے۔ زبان سے نہیں۔ دکھاوے کیلئے نہیں۔ بلکہ سچے دل سے۔ دُنیا کے لئے ایک مشعل ہدایت بن کر

جس سے سب کو روشنی حاصل ہو۔ جو جہاں جا سکے ایک نورانی چراغ ہو۔ سب سبق حاصل کریں۔ وہ خود اپنے آپ کو سمجھ لے۔ ایسے کہ دوئی اٹھ جائے۔ وہ خود منزل بن جائے۔ معبود بن جائے۔ تب پھر

یہ سنیاس آشرم ہے۔ آخری منزل آ گئی۔ [illegible] ہر ایک کی آخری منزل۔ اس نے اپنے آپ کو سمجھ لیا۔ اسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی ایشور ہے۔ اسے کسی سے نہ اب محبت نہیں لگاؤ نہیں تعلق نہیں۔ تو کیا آلسی بن جائے؟ نہیں۔ وہ پھر بھی کرم کرتا رہتا ہے۔ وہ باپ کی طرح سب سے محبت کرتا ہے۔ بے فکر بے لگاؤ ہو کر بھی جیسا باپ کی طرح اولاد کی خدمت کرنے کے لئے ہے۔ غرض ہستی کا جسم ہوتا ہے۔ تمام ہستی کو بھی اپنا ہے، بلکہ وہ خود ہے۔ کوئی اسے برا کہتا ہے۔ اسے خوشی ہوتی ہے [illegible] سے ملتا ہے۔ اسے غم نہیں۔ [illegible] دنیا کی [illegible] اسکے گئے سب موجود ہر شے میں وہ موجود ہے۔ اس کا [illegible] عالم کو فیض دینے کے لئے ہی ہے۔ وہ خود فیض ہے۔ اسے فیض سے کیا۔ اس کے واسطے [illegible] ہی برابر ہیں۔

[illegible] کرتے ہوئے بھی سب کچھ کرتے ہوئے۔

خواہشات سے [illegible] انسانیت سے [illegible] انسان سے بالا تر ہو کر ہر دم میں مشغول ہے [illegible] ہوئے ہوئے [illegible] سے [illegible] پریشانی اٹھانی نہیں پڑتی۔ اور ہمارے شاستروں کے مطابق [illegible] کا [illegible] ہے۔ جیسے ہم نے سمجھے ہیں کہ مختلف آشرم [illegible] کی گتھی [illegible] ممکن ہے۔

[illegible] کی [illegible] کرم سے گر جانے کا ہی کارن ہے۔ راہ سے بھٹک جانے پر پریشانی ضروری ہے۔ خواہ وہ کسی کا [illegible] ہے یا [illegible]۔ یہ ہے قدرتی [illegible]

ایسے ہی زندگی کا [illegible] ہر مذہب میں الگ الگ ہو سکتا ہے۔ مقام اور زمانہ کی آب و ہوا کے لحاظ سے طور اور طریقے بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ [illegible] بھی الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے۔ وہ ایک ہی ہے۔ سب ایک ہی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ [illegible] ایک ہی طرح سے کھاتے پیتے ہیں۔ بڑے ہوتے ہیں اور [illegible] ہر جگہ ایک سی [illegible] باندھی جاتی ہیں۔ ایک ہی مخزن سے آنے والی روحیں پھر اپنے مخزن سے ملنے کیلئے واپس [illegible] ہیں۔ یہ عمل تو چلے گا ہی۔ منزل سے [illegible] جب منزل پر پہنچیں گی ہی۔ لیکن کیسے پہنچے۔ بغیر چلے تو منزل نہیں ملتی۔ اسی کے لئے ایشو اپنشد کے اس دوسرے منتر میں تلقین کی گئی۔

कुर्वन्नेवेह कर्माणि　　یہاں اس عالم میں اپنے فرض کو انجام دو۔

एवं त्वयि　　تم ایسے ہو

ایسا تمہیں سمجھنا چاہئے　　इतोऽन्यथास्ति　　اس کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ کرم ہی تو تمہارا صحیح راستہ ہے۔ ٹھیک راستے پر عمل کیا جائے۔ بے راہ نہ ہو۔ آئیے اب اور وچار کریں کہ ٹھیک راہ کیا ہے اور بے راہ ہونا کیا ہے۔

(باقی پھر)

اوم

جامِ وحدت

(از قلم شری سوامی پری پورنانندجی پورن)

اوم

جبر مئے سے ہوا ہوں دیوانہ اور مستانہ بھی
جامِ وحدت نے کئے ایک کعبہ اور بتخانہ بھی

صد بار ہوں فدا قدموں پہ ساقی کے ہیں نثار
دلمیں ہی دکھایا جس نے معشوق اور میخانہ بھی

جی بھر کے ہوں پیتا مئے توحید مسجد میں
دھوتا ہوں مُصلّا اور تسبیح کا ہر اک دانہ بھی

ملتا نہ تھا جسکا کوئی نشاں جستجو سے بھی
فضلِ مُرشد نے کئے ہیں اب تاباں دیوانخانہ بھی

اپنی ہی خودی کے تھے اثار یہ اپنا ہے وہ غیر ہے
بحرِ وحدت میں ہوئے گم اب اپنا اور بیگانہ بھی

جامِ وحدت سے ہوا ہوں مجذوب میں اس قدر
خود بن گیا ہوں سب کچھ ساقی سبو اور پیمانہ بھی

مظہر ہستی و علم و سرور ہے سب کچھ یہاں
مجھ سے نہیں جدا کچھ اس انبار کا اک دانہ بھی

عشق کا شعلہ بھڑک کر رختِ خودی جلا گیا
اب ہوئے یکتا ہیں دونو شمع اور پروانہ بھی

اپنی ہی ذات سے ہوں پورنؔ! در دستِ بہ دُعا ہو
آباد ہے تو ساقی اور تیرا میخانہ بھی

پورن انوبھو (ہندی) شری سوامی پری پورنانندجی مہاراج کی تصنیف
قیمت صرف 75 پیسے۔
گوبند پرکاش (ہندی) مصنفہ شری سوامی گوبندانندجی مہاراج قیمت $3\frac{1}{2}$ روپے۔
برہم سوتر ہندی قیمت ۶/ روپے۔ **شنکر دگ وجے** (ہندی) قیمت ساڑھے چار روپے۔

منگانے کا پتہ۔ دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶

جس سے سبکو روشنی حاصل ہو۔ جو جہان جلائے۔ ایک نورانی چراغ ہو۔ سب سبق حاصل کریں۔ وہ خود اپنے آپ کو سمجھ لے۔ ایسے کہ دوئی اُٹھ جائے۔ وہ خود منزل بن جائے۔ معبود بن جائے۔ تب پھر

۴۔ سنیاس آشرم۔ آخری منزل آ گئی۔ ۷۵ برس کی آخری منزل۔ اُس نے اپنے آپکو سمجھ لیا۔ اُسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی ایشور ہے۔ اُسے کسی سے خاص محبت نہیں لگاؤ نہیں تعلق نہیں۔ تو کیا آلسی بن جائے؟ نہیں۔ وہ پھر بھی کرم کرتا رہتا ہے۔ وہ باپ کی طرح سب سے محبت کرتا ہے۔ بے فکر بے لگاؤ۔ ہر کہیں جاتا ہے۔ باپ کی طرح اولاد کی خدمت کرنے کے لئے بے غرض سیوا کا مجسمہ۔ ہر آتما اُسکی اپنی آتما ہے۔ ہر جگہ وہ نور ہے۔ کوئی اُسے سر پر اُٹھاتا ہے۔ اسے خوشی نہیں۔ کوئی اسے ٹھکراتا ہے۔ اُسے غم نہیں۔ وہ آزاد ہے۔ دُنیا کی نعمتیں ہاتھ باندھے اُسکے آگے سجود رہتی ہیں۔ وہ مست ہے۔ اُس کا دل نہیں پھسلتا۔ وہ عالم کو فیض دینے کے لئے فیضی ہے۔ وہ خود فیض ہے۔ اُسے فیض سے کیا۔ اُس کے دروازے ہر کسی پر کھلے ہیں۔

یونہی گذار کر عمل میں۔ نہ کرتے ہوئے بھی سب کچھ کرتے ہوئے۔

خواہشات سے اوپر اُٹھکر۔ انسان اپنی انسانیت سے سَو سال جی کر۔ انسان سے برہم ہوکر برہم میں ملتا ہے اپنی راہ پر چلتے ہوئے۔ اور اگر وہ راہ سے بھٹک جائے۔ تو بھٹکے ہوئے راہ گذر کو کیا کچھ پریشانی اُٹھانی نہیں پڑتی۔ اور ہمارے شاستروں کے مطابق تو چوراسی لاکھ جنموں کا چکّر ہے۔ ویسے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف اقسام کے ذی روحوں کی گنتی ہی ناممکن ہے۔

حقیر بھاوؤں میں بھی روح کی موجودگی کی کچھ وجہ تو ہونی ہی چاہیئے۔ کرم سے گر جانے کا ہی کارن ہے۔ راہ سے بھٹک جانے پر پریشانی ضروری ہے۔ خواہ وہ جنموں کا چکّر ہے یا کچھ اور۔ پر ہے تو ضرور۔

ایسے ہی زندگی کا لائحہ عمل ہر مذہب میں الگ الگ ہو سکتا ہے۔ مقام اور وہاں کی آب و ہوا کے لحاظ سے خوراک اور لباس بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ رسم و رواج بھی الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے۔ وہ ایک سی ہے سب ایک ہی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ بھی کھائیں ایک ہی طرح سے کھاتے پیتے ہیں۔ بڑے ہوتے ہیں اور مرتے ہیں ہر جگہ ایک سی آشائیں باندھی جاتی ہیں۔ ایک ہی مخزن سے آنے والی روحیں پھر اپنے مخزن سے ملنے کیلئے واپس مُڑ جاتی ہیں۔ یہ عمل تو چلے گا ہی۔ منزل سے اُٹھی ہوئی آتما واپس منزل پر پہنچے گی ہی۔ لیکن کیسے پہنچے۔ بغیر چلے تو منزل نہیں ملتی۔ اسی کے لئے ایشو اپنشد کے اس دوسرے منتر میں تلقین کی گئی۔

कुर्वन्नेवेहकर्माणि

یہاں اس عالم میں اپنے فرض کو انجام دو۔

एवं त्वयि

تم ایسے ہو ایسا تمہیں سمجھنا چاہیئے۔

इत: अन्यथान, अस्ति

اس کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ کرم ہی تو تمھارا صحیح راستہ ہے۔ ٹھیک راستہ پر عمل پیرا ہو۔ بے راہ نہ ہو۔ آیئے اب اور وچار کریں۔ کہ ٹھیک راہ کیا ہے۔ اور بے راہ ہونا کیا ہے۔

(باقی پھر)

اوم

جامِ وحدت

(از قلم شری سوامی پری پورنانند جی پورن)

جز غمے سے ہوا ہوں دیوانہ اور مستانہ بھی
جامِ وحدت نے کئے ایک کعبہ اور بتخانہ بھی

صدبار ہوں فدا قدموں پہ ساقی کے ہیں نثار
دلمیں ہی دکھایا جس نے معشوق اور میخانہ بھی

جی بھر کے ہوں پیتا مئے توحید مسجد میں
دھوتا ہوں مصلّا اور تسبیح کا ہر اک دانہ بھی

ملتا نہ تھا جسکا کوئی نشاں جستجو سے بھی
فضلِ مرشد نے کئے سیراب تا لان دیوان خانہ بھی

اپنی ہی خودی کے تھے آثار یہ اپنا ہے وہ غیر ہے
بحرِ وحدت میں ہوئے گم اب اپنا اور بیگانہ بھی

جامِ وحدت سے ہوا ہوں مجذوب میں اس قدر
خود بن گیا ہوں سب کچھ ساقی سبو اور پیمانہ بھی

مظہر ہستی و علم و سرور ہے سب کچھ یہاں
مجھ سے نہیں جدا کچھ اس انبار کا اک دانہ بھی

عشق کا شعلہ بھڑک کر رخت خودی جلا گیا
اب ہوئے یکتا ہیں دونو شمع اور پروانہ بھی

اپنی ہی ذات سے ہوں پورنؔ در دست بدعا ہو
آباد ہے تو ساقی اور ترا میخانہ بھی

پورن انوبھو (ہندی) شری سوامی پری پورنانند جی مہاراج کی تصنیف
قیمت صرف 75 پیسے۔
گوبند پرکاش (ہندی) مصنفہ شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج قیمت 3½ روپے۔
برہم سوتر ہندی قیمت ۶/۲ روپے۔ **شنکر دگ وجے** (ہندی) قیمت ساڑھے چار روپئے۔

منگانے کا پتہ۔ دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶

اوم

قسط ۳

مہرشی بامدیو کی کتھا

از قلم آتم درشی باوا نگینہ سنگھ جی بیدی

سلسلہ کیلئے دیکھو پرچہ اگست صفحہ ۹

پھر اُس نے بیان کیا کہ اے بھائیو! تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ سنکادک منیوں کے پاس آتما کی تعلیم پاتا تھا۔ اور تم بھی پلتے تھے۔ لیکن مجھے بھاوی جنم کا روگ تھا۔ اس لیئے سنکادک منیوں کی کلام کافی تاثیر نہیں کرتی تھی۔ اور یہ پردہ بغیر دوسرے جنم کے واقع ہونے کے قابل نہیں تھا کیونکہ مجھے آتما نقد ملتا؟ جس طرح تخم بویا گیا ہو۔ اور اُس پر پتھر رکھ دیا ہو۔ تو کیونکر انگوری لا سکتا ہے۔ بھاوی جنم کا پاپ میرے دل میں ایک سخت پتھر تھا۔ جو کچھ کہ سنکادک منیوں نے دل کے کھیت میں بویا اُسوقت انگوری نہ لایا۔

اب جو میں تم میں سے سو گیا اور دوسرے جنم میں اُٹھا۔ تو آنے والے جنم کا پتھر ختم ہوا۔ شاہی تعلیم کا بیج انگوری لایا۔ اب میں اپنے آتما کو انہیں کے کلام سے نقد پاتا ہوں اور میں تصدیق کرتا ہوں۔ "میں ہی منو ہوں۔ میں ہی سورج ہوں۔ بلکہ سب میں سب کچھ ہوں"

اے بھائیو! میں حمل … میں دیکھتا ہوں کہ میں ازل سے بار بار ان دیوتاؤں بلکہ کیا چرند کیا پرند کیا حیوان کیا کیٹ پتنگ سب کی جونیوں میں جو بیشمار ہیں بے شمار دفعہ آیا۔ کبھی دیوتا کبھی گندھرپ۔ کبھی سورج کبھی پرجاپت۔ کبھی انسان کبھی گائے کبھی گھوڑا۔ اونٹ وغیرہ ہوا ہوں جیسکی میں اب گنتی تمہیں بتلا نہیں سکتا۔ اگرچہ میں دیکھتا نقد ہوں"۔

اے بھائیو! میں ازلی اس سنسار میں جونیاں پلٹتا چلا آیا ہوں۔ جو ایک سخت لوہے کے پنجرہ کے موافق کہا جا سکتا ہے اور میں زور آور شہباز کی طرح اس سنسار پنجرہ میں مقید تھا۔ اگرچہ وہ سنسار روپی پنجرہ فولاد سے بھی سخت ہے۔ تو بھی مجھ زور آور شہباز کی قوت بازو کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا تھا۔

لیکن مجھے اودیا کے سبب اور اس پنجرہ کیساتھ محبت کے باعث پنجرہ سخت سا ہو رہا تھا۔ جو ٹوٹتا نہیں تھا۔ اب میں سنکادک منیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے آتم بل کی تعلیم دی اور مجھے بتلا دیا کہ تو ایک زور آور شہباز ہو۔ یہ سنسار کی قید تم میں کہاں ہے۔ کیا کہیں شیر بھی تار خام سے قید ہو سکتا ہے۔ کیا زور آور شہباز بھی خام ڈوروں میں بندھا رہتا ہے؟ مگر میں بہ سبب آنے والے جنم کی روکاوٹ کے یقین نہیں کرتا تھا۔ قبول تو کرتا تھا۔

اب جو روکاوٹ کا پتھر خود بخود رفع ہو گیا۔ اور اُنکی تعلیم کا تخم حمل میں انگوری لایا ہے۔ میں نے مدماتے (مست) شہباز کی طرح آتم بل سے اس پنجرے کو توڑ دیا۔ اور نقد آتما پایا۔ اب میں سب کچھ سب سے الگ آزاد مطلق ہوں۔ آمین! ایسا بامدیو حمل میں بولا۔

تعجب مت کرو۔ اپنے آتما کی پہچان کی مہان ہے۔ کہ میں اپنے آپ کو ہر روپ دیکھتا ہوں۔ اور یہی معرفت ہے

جو اِس فضل میں بھی داخل کرتی ہے۔ اور وہ یاگ اور تپ جو میں کرتا تھا۔ اُن کا پھل ہے۔ کہ میں حمل میں بولتا ہُوں۔ میری مایا کا یہی قدرتی قانون ہے۔

اے بھائیو! جو کچھ کہ سنکادک رشیوں نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ سچ ہے۔ اُس پر غور کرو۔ اور غور کر کے یقین کرو۔ تُم بھی فضل پاؤ گے۔ تمہارے دلوں میں پاپ اور انکار ہے۔ جو فضل میں نہیں آئے۔ کیا تم اب میری شہادت نہیں دیکھتے۔ کہ میں اُس فضل کے سبب سے کیسی عجیب طاقت میں آیا ہوں۔ کیا کوئی حمل میں بھی بات چیت کر سکتا ہے۔؟

دیکھو میں تمہارے سامنے حمل میں جو ابھی جنا نہیں گیا بولتا ہُوں۔ اور اُس بڑے فضل کی تصدیق کرتا ہوں کہ میں سب کچھ ہُوں۔ کیا میں بھی جب تم میں تھا تمہاری طرح نہیں ڈرتا تھا۔ کہ یہ خدائی دعویٰ ہے۔ ہم عاجز بندہ انسان ہیں۔ پر اب جو اپنے آتما کی پہچان پائی اور بدنوں اور جونیوں کو مثل لباس کے بدلتا دیکھا۔ تو تصدیق کرتا ہوں کہ "میں ازلی ابدی۔ اوّل۔ آخر۔ ظاہر۔ باطن ہوں"۔ اے موت تیرا ڈنک کہاں؟ اے چِتا! تیری جلن کہاں؟

اے بھائیو۔ دُنیا مجھے یوں دکھائی دیتی ہے جیسا کہ ایک بھات کا لقمہ ہوتا ہے۔ اور ملک الموت جسے تم یم راج بولتے ہو۔ ایک چٹنی ہے اور میں اُسے یوں کھاتا ہوں جیسے ایک زور آور آدمی ایک لقمہ کے ساتھ کھا جاتا ہے اور مزے دار تصدیق کرتا ہے۔ یہ دعویٰ خدائی نہیں۔ بلکہ میں اپنے آتما کی بڑائی کرتا ہوں۔ یہ تکبّر نہیں بلکہ میری کبریائی ہے"۔

میں بھی جب تک تم میں تھا۔ اپنے جسم کی معرفت سے جو کمزوری تھی۔ تمہاری طرح ڈرتا تھا۔ اور اس تصدیق کو کُفر خیال کرتا تھا۔ مگر تُم سے بڑھ کر یہ فرق تھا کہ میں سنکادک مُنیوں کے قول کو مانتا تھا۔ اگرچہ کامل یقین نہیں کرتا تھا اس وجہ سے میں نے اب فضل پر فضل پایا۔

میں سچ کہتا ہُوں وہ جو تمہیں ڈراتے ہیں۔ کہ یہ تصدیق کفر ہے۔ وہ رچن کے شاگرد ہیں اور وہی کفر میں ہیں۔ اور یہ تو عین آتما کی پہچان ہے۔ وہ رچن خود نہیں سمجھا۔ دوسروں کو کیا بتلاوے۔ انکی مثل ایسی ہے۔ جیسا اندھا اندھے کو راہ دکھاتا ہے۔ اور دونوں گڑھے میں گرتے ہیں۔ بدن خود تاریکی ہے۔ وہ جو بدن میں خودی رکھتا ہے۔ تاریکی میں چلتا ہے لیکن آتما نور ہے۔ جو اسکی تاریکی میں چمکتا ہے۔ وہ جو اس نور میں خودی رکھتے ہیں۔ نور میں چلتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تاریکی کا نام ہی کُفر ہے۔ اس لئے "میں بدن ہوں"۔ "میں بندہ ہوں"۔ یہی کُفر ہے۔

"میں نُور ہوں۔ سچدانند ہوں"۔ یہی صداقت شہادت اور راست بازی ہے۔

اے بھائیو! سچ جانو۔ جو تاریکی میں چلتا ہے۔ وہی ٹھوکر کھاتا ہے۔ جو نور اور چاندنی میں چلتا ہے۔ وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا۔ کیونکہ دن میں چلنے والا کبھی ٹھوکر کھاتا نہیں دیکھا۔ یہ تصدیق تو اب میں روزِ روشن کی طرح دیکھتا ہوں۔ اندھا ہے جو اس روزِ روشن کو رات بتلاتا ہے۔ اُسکی ہرگز نہ سُنو۔

وہ جو آتما کو نہیں جانتے۔ خود بمنزل اندھیرے کے ہیں۔ اندھیرا نور کے پاس نہیں آیا کرتا۔ کیونکہ اُس میں جو اُسکی بدی چھُپی ہوتی ہے۔ نور میں کھل جاتی ہے۔ اس لئے وہ جو اس تصدیق سے انکار کرتے ہیں۔ اصل میں پاپی ہیں۔ اور انکے پاپ اُنکی تاریکی میں چھپے ہیں۔ جو اس تصدیق سے انکار کرتے ہیں۔ وہ اس تصدیق کے نزدیک نہیں آسکتے۔ ایسا نہ ہو انکے پاپ

کھل جاویں۔ اس لئے اس تصدیق سے ڈرتے انکار کرتے ہیں۔ اور اسے کفر سمجھتے ہیں۔

اے بھائیو! یہی تصدیق ہے جس پر آتا ہے فضل بر فضل۔ یہی معرفت ہے۔ جس پر ملتی ہے معافی بر معافی یہی گیان ہے۔ جس پر ملتی ہے نجات پر نجات۔ اسی کو ڈھونڈو۔ اسی کو پاؤ۔ اسی کو پاتا ہوا۔ انسان برھم ہوتا ہے۔ اسی کو پاکر جنگل کی چڑیا سونے کی چڑیا ہو جاتی ہے۔ میں تو اس تصدیق سے دھنّ دھنّ ہو گیا ہوں۔ اور اسی معرفت سے کرت کرت (محظوظ) ہوں۔

جب بامدیو نے اس طرح انہیں تعلیم دی تو حیرت نے انہیں آگھیرا اور کہا کہ تو کب تک ہمیں اندھیر میں رکھیگا؟ سچ سچ کہو تم کون ہو؟ بامدیو ایک ہمارا خویش عاجز بندہ تھا۔ ہماری آنکھوں میں اسی بے چارگی (عاجزی) میں مر گیا۔ اگر بھوت ہو تو بھی بتا دو۔ اگر کسی دیوتا کا اوتار ہو تو بھی بتلاؤ۔ حیران نہ کرو۔

تب وہ بولا۔ "میں نے تو کہا پر تم قبول نہیں کرتے میں سچ کہتا ہوں۔ پر تم نہیں مانتے۔ جو کوئی میری سنتا ہے میں اسے ابدی زندگی مفت میں عطا کرتا ہوں۔ پر تم سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ تمہارے سر کے کان تو کھلے ہیں۔ پر دل کے کان بند ہیں۔ تم نے سنکادک منیوں سے سنا۔ پر قبول نہ کیا۔ اے نادانو! اگر میرے قول کو نہیں مانتے تو میرے کاموں کو تو مانو۔ کہ میں مر جینا نہیں گیا اور حلق میں بولتا ہوں کیا کہیں ایسا ہوا ہے؟"

اے بے ایمانو! میں اودیا کے سبب تم میں بے چارہ سا بامدیو کی صورت میں رہا اور موا تو کیا ہوا۔ اب تو تم مجھے فضل پر فضل ملا ہوا دیکھتے ہو۔ جبکہ میں بیچارہ ہو کر تم میں رہا اور مر گیا اور کچھ فضل نہ پہنچا سکتا تھا۔ تم نے میرے لئے ماتم کیا اور برسوں روتے رہے۔ اب جو میں فضل اور جلالت سے مخصوص ہو کر آیا ہوں۔ تم میری تعریف (صفت) نہیں کرتے بلکہ بھوت ٹھہراتے ہو۔"

میں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے دلوں میں بڑا پاپ ہے۔ تم نے سنکارک منیوں کو جھٹلایا جو برہما جی کے پتر ہیں! اور پھر مجھے بھی جو فضل اور عجائبات سے آیا ہوں جھٹلاتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ اپنے آپ کو سمجھالو۔ نہ تو میں بھوت ہوں نہ چڑیل۔ بلکہ وہی بامدیو ہوں جو تم میں تھا۔ لیکن اب جو میں فضل پایا ہوا تصدیق کرتا ہوں۔ "میں ہی بھوت ہوں۔ میں ہی چڑیل ہوں۔ میں ہی اوتار ہوں۔ میں ہی اندر ہوں۔ میں ہی پرجاپتی ہوں۔ مجھ سے کچھ بھی باہر نہیں ہے۔ بلکہ میں سب میں سب کچھ ہوں۔

تب انہوں نے یقین کیا۔ کہ یہ بھوت نہیں۔ بلکہ وہی بامدیو ہے۔ جو ہمارا خویش تھا۔ کیونکہ سب پتے جو لگاتا ہے ٹھیک ہیں۔ تعجب نہیں کہ سنکادکوں کی تعلیم کے طفیل اس نے یہ بڑا فضل پایا ہو۔ اسلئے سچ جانتے ہوئے اس پر ایمان لائے اور معافی مانگی۔ اے بامدیو ہمیں معاف کر۔ ہم نے یقین کیا ہے کہ تو وہی بامدیو ہے جو ہمارا خویش تھا! اور تو فضل بر فضل لیکے آیا ہے۔ لیکن ہم بڑی اودیا کے سبب اپنے آتما کو نہیں جانتے۔ بے شک سنکادکوں نے ہمیں بہت سمجھایا۔ پر ہمارے پاپوں کے سبب سے وہ پردہ جو کلام سے اٹھتا ہے نہیں اٹھا۔ اس لئے اٹکا رہا۔ تو شردھا رکھتا تھا اور قبول کیا۔ اس لئے فضل بر فضل پایا۔ جو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں۔ اب ہمیں بھی اس فضل میں بلا اور یہ بھید کی بات بتلا۔ جو تو آپ دیکھتا ہے۔ ہم بھی تیرے طفیل نعمت بر نعمت پاویں گے۔۔"

— (باقی پھر) —

اوم

رشی نارد کی پریم تپسونی ہیم ودیا سے بھینٹ

(از قلم شری جگن ناتھ لطف صفی) بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔

۱۔ چلتے پھرتے اکدن نارد پراتہ کال سمے ہی — ہو پرپھلت ہردے پہنچے آن شری جمنا جی
وینو ناد بجاتے کرتے آئے گدگد ہردے ہو کر — درشیہ دیکھ کے جمنا تٹ کا اپنے آپ کو کھو کر
اترے جل میں آچمن کر کے گئے پار وہ جھٹ پٹ — کھل گئیں آنکھیں دیکھ درشیہ وہ کیسا تھا جمنا تٹ
سپرش کیا برج بھومی سے جب ہو گئے آنند وبھور — کھول کے آنکھیں لگے دیکھنے اب وہ چاروں اور ـ
من موہک تھی کیسی وہ برج بھومی ہری بھری تھی
اُسکی الوکِکتا ہی، اتو انکو بھاس رہی تھی

۲۔ چُپ چاپ تھی جیوں اوشیشان سے بھی کچھ بڑھ کر — سمجھ نہ پائے اُس کارن یوں ہو گئے چکت منیشور
واتاورن انوکھا ہی تھا چُپ چاپ تھی چھائی — پشو نہ پکشی دیکھا کوئی نہ کلرو دیا سنائی
آشچریہ چکت یوں ہو کر نارد لگے سوچنے من میں — دوش ہے میرے کانوں کا جو کچھ سن پایا نہیں بن میں
دوش ہے میری آنکھوں کا جو دیکھ نہیں کچھ پایا — ویرتھ ہوئی وہ بھاونا میری تھا جس سے میں یہاں آیا
بہت دور آنکھوں کے گھوڑے رشی نے پھر دوڑائے
پھر بھی سپھل نہ ہو پایا کچھ نشپھل رہا اُپائے

۳۔ تھی چُپ چاپ اب اُنکی وینا[۱] کچھ ایسا واتاورن تھا — اُسی انوکھی خاموشی نے کیا اُس کا من بھی ہرن تھا
بھئے نِشچنت سے ہو کر رشی نے اب آگے قدم بڑھائے — پھر بھی رہے اسپھل منی وہ کچھ بھی دیکھ نہ پائے
دیکھ دیکھ کے درشیہ وہ سارا ہو گئے آشا ہین[۱] — اور نستبدھتا[۳] کے ساگر میں ہو گئے بس تلّین[۲]
ہو رہے تھے چکت منیشور دیکھ اوستھا بن کی — جا رہے تھے آگے آگے بھول کے سُدھ بُدھ تن کی
اتنے میں نارد نے دیکھی بیٹھی وہاں اک سُندری
دھیان مست اک پیڑ کے نیچے بند تھیں آنکھیں جسکی

؎ نا اُمید۔ ؎؎ مستغرق۔ ؎؎؎ خاموشی،،

۴۔ لین تھی ایسی دھیان میں اسکو ہوش نہ تھی تن من کی — ایک اکیلی آنکھیں بند کئے وہ سُندری مَن کی
کوئی بناوٹ کوئی سجاوٹ نہیں تھی اُسکے تن کی — نہ کوئی میک اپ اور نہ کوئی پہن رہی بھوشن تھی
بال تھے اُسکے لمبے لمبے بکھر رہے کندھوں پر — سر تھا اس کا ننگا بیٹھی پہن کے تھی شوکت امبر
مست الست وہ دھیان میں اپنے بیٹھی نربُوتی تھی — انوپم روپ لاونیہ تھا اس کا دھن اُسکی چھبی تھی
رشی نے اسکو دیکھ کے ایسے کیا اُسے سمبودھن
کون ہو دیوی بیٹھی بن میں کھو کے اپنا تن من

بر سفید کپڑا

۵۔ بیٹھی ایک اکیلی ہو تم دھیان مست لین ہو کر — کھول کے سُدھ بُدھ اپنی ساری یوں اپنے آپکو کھو کر
آ کر تب یہ رشی ہو دیے، میں تو ہوں برہم ودیا — سار ہوں اُپنشدوں کا میں اور پرم تتو ویدوں کا
پراپت میں ہوتے مجھے گیانی برہم ہیں جو کہلاتے — بڑے یتن اور گھور تپسیا سے ہیں تجھکو پاتے
اس ایکانت ستھان میں بیٹھی ہوں میں تپ میں لین — ابھیلاشی ہوں شانتی کی میں ہوں جس سے ابھی وہین
پر تم تو آپ ہی برہم ودیا ہو، اِشٹ گیانی جنوں کی
ہے تجھے پراپت کرنے کی نت چیشٹا اُن سجنوں کی

بر محروم

۶۔ سب سنساری واسناؤں کے تیاگ کی مورتی ہو تم — ایکانکشا ہے وہ کونسی تیری جسکی چاہتی پورتی ہو تم؟
یہ نہیں میری سمجھ میں آتا ہے کیا تمھاری وانچھا — آتے ہیں سب تیری شرن میں چھوڑ کے سب ایکانکشا
ٹھیک ہو کہتے رشی ہو دیے نہیں مجھے کوئی بھو بندھن — چاہتی ہوں میں پراپت کروں میں چرن کمل نند نندن
گوپی بھاؤ سے چاہتی ہوں میں پراپت نہیں کر پاؤں — برج جیون کے چرن کمل اور کرت کرت ہو جاؤں
بنا کرپا کے من موہن کی جو کبھی پراپت نہیں ہوتے
منی مہیشور یتی تپیشور ہیں الو ہمت میں کھوتے

رسالہ اوم دہلی کے اغراض و مقاصد۔ 1۔ زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا۔
2۔ بھگتوں، یوگیوں، گیانیوں اور دوسرے مہا پرشوں کی ابھارنے والی زندگیوں کے حالات پیش کرنا۔ 3۔ عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعے تعصب اور تنگدلی کو دور کرنا۔
4۔ ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے روحانی تجربات کو پیش کرنا۔
5۔ تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھا کر باہمی رواداری، قدر شناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

اوم گذشتہ سے پیوستہ اوم

خطوطِ گوبند

(از قلم شری سوامی گوبند آنندجی مہاراج)

خط نمبر ۲۵۴ **نربان پد میں استھتی** از چوہڑ کانہ۔ ۲۹ نومبر سنہ ۱۹۳۷ء

پریے آتما۔ اوم آنند۔ مرے مرسے۔ پُن جیوے۔ تو موکھش پاوے گورو نانک صاحب کا فرمان بالکل ٹھیک ہے۔ اور یہی اشٹاوکرجی کا فرمان ہے۔ کہ جب تک کُل سنسار اور شریر اور اہنگتا ممتا کا بھولنا یا بھولانا بھی بھول نہیں جاتا۔ نربان پد میں آروڑھ ہونا مشکل ہے یعنی پرمانند حالت میں بہت شوک ہوکر قائم ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر آپ جیسے پرمارتھک شوقینوں نے اس حالت کو انوبھو نہ کیا تو پھر اس درجہ کی اُمید ہی مشکل ہے۔ لیکن موجودہ حالت کو تب چھوڑنا چاہیے جب دانائی اوہارک اور نیتی جواب دے دے۔ موجودہ سنیاس ظاہری میں ایسی حالت کو ہونا مشکل ترین دکھائی دیتا ہے۔ ہاں کبھی اوسی توڑنے کے لئے یہ نمونہ دیکھنا بھی غیر مناسب نہیں۔ فقط"

(۲) انتظام مہمان نوازی کا لالہ کانشی رام نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ ہم نے خاص دخل چھوڑ دیا ہے۔ مگر فرضی اور معمولی تو فی الحال آشرم میں رہکر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ فقط گوبند آنند"

خط نمبر ۲۵۵۔ **نام روپ کو بھلا دو** پریے آتما اوم آنند

آپکا پتر مل گیا۔ اچھا کیا جو آپ نے بے دل یعنی دل سے پرے ہوکر (آتم درشٹی سے) اس شریر کے چرتر فرضی اور منوماتر کو (خیالی کو) تلف کر دیا۔ جیسے باہر سے کیا ویسے ہی اندر سے بھی یہ قطعی تلف ہو جانا چاہیئے یعنی نام روپ سے درشٹی اُٹھ جاوے۔ بلکہ اپنا بیگانہ اور اُن کے کاروبار سنیوگ۔ من وغیرہ قطعاً چھوٹ یا بھول جاویں۔ تب ہی آنند بھوگتا ہوگی۔ فقط۔ گوبند آنند"

خط نمبر ۲۵۶ **تخت نشینی** از چوہڑ کانہ منڈی۔ ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۳۷ء

پریے آتما۔ اوم آنند۔ (۱) آپ کا پتر ملا۔ حال تخت نشینی حقیقی کا پڑھ کر چیت اتی پرسن ہوا۔ مگر یہ خیال رہے کہ شروع عملداری اور تخت نشینی میں بہت دقتیں متعلقہ انتظام پیش آتی ہیں کیونکہ پورانے اہلکار جدید حکومت نئے قانون کو مشکل سے منظور کرتے ہیں یعنی پورانے سنسکار مقابلہ کو گیان ہونے پر

سامنے اکثر آتے رہتے ہیں۔ مگر بہادر مہاراجے اور باقاعدہ قانون پر حکومت کرنے والے ان باتوں سے کب گھبراتے یا پرواکرتے ہیں۔ سب کو تابع کرکے حسب منشاء کام لیتے ہیں۔

یہ چند دن کے لئے امتحان کے آرہے ہیں۔ ان دنوں میں خاص محنت اور نگرانی کی ضرورت ہے۔ ورنہ خاص اندیشہ ہے۔ کہ زیادہ صلاح مشوروں اور میل جول اور کاروبار میں چیت کی حالت کچھ نیچے نہ چلی جاوے اگر خاص نگرانی اور توجہ اس وقت اندرونی نہ رہی تو بہت سی سابق محنت کے سر پر یکدم ہل پھر جاویں گے۔ اس لئے اس ضمن کو ان دنوں میں ضرور ہر وقت دل کے سامنے رکھنا واجب ہے۔

(نوٹ):۔ یہ ایام برادر خورد کی شادی کے تھے۔)

(۳) ایک خط پٹیالہ سے آیا ہے۔ جس میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ایک وزیر کا لڑکا سوامی نارائن جی کا شِشیہ وہاں آیا ہوا ہے۔ جس کی عمر بیس یا بائیس سال کی ہے۔ اور کمبل میں باہر درختوں کے نیچے دن رات گذارتا ہے۔ اور جس کا ملنا بڑی تلاش سے ہوسکتا ہے۔ اور اس کا شہرہ وہاں خاص ہو رہا ہے۔ لوگ ست سنگی اس کے درشنوں کے بہت خواہشمند ہیں۔

(۴) مبارک زندگی ان پرشوں کی ہے جو سچے ویراگ سے اس نوجوانی میں دنیا اور دنیاداروں پر لات مار کر آتم پرائن ہوکر باقاعدہ لگ جاتے ہیں۔ وہ کیوں نہ جلد از جلد مکمل اوستھا کو حاصل کرکے دکھاویں گے۔ فقط۔ سب صاحبان کو اوم آنند۔ گوبند آنند

خط نمبر ۲۵۷ — موہ کی کرپا

چوہڑکانہ ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ معلوم ہوا کہ لالہ بھگوانداس جی زرا ملکے چھڑ میں کل گئے ہیں۔ ماتا کا کال ہوگیا ہے۔ (۲) لالہ جیون مل برادر لالہ کانشی رام کا کل گاڑی میں ہی امرت سر لاہور کے درمیان شریر شانت ہوگیا ہے۔ یہ زندگی کا حال اور دنیا کے یہ جھگڑے فساد اور لمبی امیدیں۔ یہ سب جہالت اور موہ کی کرپا ہے۔ فقط۔

گوبند آنند

خط نمبر ۲۵۸ — اصلی کامیابی کی راہ

از چوہڑکانہ منڈی ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ پریم پتر ملا۔ جواب یہ ہے۔ (۱) جو لڑکے محنتی اور ہوشیار ہوتے ہیں وہی پاس ہوتے ہیں۔ نالائق اور سست کبھی پاس نہیں ہوتے۔ (نوٹ) آپ بدستور لگے رہیں۔ آپ ضرور کامیاب ہو رہے ہیں! اور جلد از جلد ہو جاوینگے۔ مگر ادھر ادھر کا جھانکنا اور کمی بیشی فیل پاس کا خیال نظرانداز کرکے اپنی سڑک پر مسلسل چلتے جاؤ۔ چیت اور اندریوں کی نگرانی بھی ہوتی رہے۔ مگر وہ بھی سبھاوک۔ اندر میں دویت یا گرہن تیاگ کا دخل نہ ہونے پاوے۔ اور باہر سے شاستری جرنیلی سڑک نہ چھوٹے اور اپنی کامیابی میں کبھی شک نہ آنے پاوے۔ کامیابی تو دراصل یہی ہے۔ کہ ایک ادویت آتما ہی ہے۔ اس سے بھن جو نظر آتا ہے وہ محض بھرم ہی ہے۔ نہ کہ حقیقی۔ الیقین اور درشٹی ہی مسلسل رہنی کامیابی ہے۔ سو وہ مسلسل رفتار موجودہ سے ضرور حاصل ہوگی۔ سو

اوم اوم

عظمتِ عرفان

(موہن لال جی مستانہ بانی آل انڈیا روحانی اتحاد کمیٹی و اسسٹنٹ سکریٹری چوتھی عالمی مذاہب کانفرنس نئی دہلی جنرل سکریٹری شری سناتن دھرم کیندریہ سبھا ویسٹ زون تلک نگر نئی دہلی ۱۸)

کمالِ عظمتِ عرفان و آگہی کیا ہے — خودی کا ہوش نہیں ہے تو بیخودی کیا ہے

خدا شناس و زمانہ شناس ہو لیکن — جو خود شناس نہیں ہے وہ آدمی کیا ہے

مجھے یہ فکر کہ آغازِ زندگی کیا تھا — تمہیں یہ خوف کہ انجام زندگی کیا ہے

بڑے خلوص سے دیتے ہیں داد شکووں کی — یہ دوستی ہے الٰہی تو دشمنی کیا ہے

ہر ایک دل ہے پریشان ہر اک نظر ویراں — اک انقلاب کے آنے میں اب کمی کیا ہے

جو آنکھ تابِ نظارہ سے ہو گئی محروم — چراغ اسکے لئے کیا ہے روشنی کیا ہے

وفا و مہر سلامت خلوص زندہ باد — اب اسکے بعد ہمارے لئے کمی کیا ہے

ترس گئے مئے عرفاں کے ایک جرعے کو — یہ ہم سے پوچھ کہ احساس تشنگی کیا ہے

ہزار سجدۂ مستانہ کیجئے لیکن
جبیں پہ نور نہ آئے تو بندگی کیا ہے

حقیر مستانہ
166 A فتح نگر نیو دہلی ۱۸

سامنے اکثر آتے رہتے ہیں۔ مگر بہادر مہاراجے اور باقاعدہ قانون پر حکومت کرنے والے ان باتوں سے کب گھبراتے یا پرواہ کرتے ہیں۔ سب کو تابع کر کے حسب منشاء کام لیتے ہیں۔

یہ چند دِن کے لئے امتحان کے آ رہے ہیں۔ ان دِنوں میں خاص محنت اور نگرانی کی ضرورت ہے۔ ورنہ خاص اندیشہ ہے۔ کہ زیادہ صلاح مشوروں اور میل جول اور کاروبار میں چیت کی حالت کچھ نیچے نہ جاوے اگر خاص نگرانی اور توجہ اس وقت اندرونی نہ رہی تو بہت سی سابق محنت کے سر پر یکدم ہل پھر جاویں گے۔ اس لئے اس ضمن کو اِن دنوں میں ضرور ہر وقت دِل کے سامنے رکھنا واجب ہے۔

(نوٹ) :- یہ ایام برادر خورد کی شادی کے تھے۔)

(۳) ایک خط پٹیالہ سے آیا ہے۔ جس میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ایک وزیر کا لڑکا سوامی نارائن جی کا شِشیہ وہاں آیا ہوا ہے۔ جس کی عمر بیس یا بائیس سال کی ہے۔ اور کمبل میں باہر درختوں کے نیچے دِن رات گذارتا ہے۔ اور جس کا ملنا بڑی تلاش سے ہو سکتا ہے۔ اور اُس کا شہرہ وہاں خاص ہو رہا ہے۔ لوگ ست سنگی اُس کے درشنوں کے بہت خواہش مند ہیں۔

(۴) مبارک زندگی اُن پُرشوں کی ہے جو سچے ویراگ سے اِس نوجوانی میں دُنیا اور دُنیاداروں پر لات مار کر آتم پرائن ہو کر باقاعدہ لگ جاتے ہیں۔ وہ کیوں نہ جلد از جلد مکتی اوستھا کو حاصل کر کے دکھاویں گے۔ فقط۔ سب صاحبان کو اوم آنند۔ گوبند آنند ؎

موہ کی کرپا

خط نمبر ۲۵۷ — جہٹر کانہ ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء

پرے آتما۔ اوم آنند۔ معلوم ہوا کہ لالہ بھگوانداس جی رَنا کے چھٹے میں کل گئے ہیں۔ ماتا کا کال ہو گیا ہے۔ (۲) لالہ جیون مل برادر لالہ کانشی رام کا کل گاڑی میں ہی امرتسر لاہور کے درمیان شریر شانت ہو گیا ہے۔ یہ زندگی کا حال اور دنیا کے یہ جھگڑے فساد اور لمبی اُمیدیں۔ یہ سب جہالت اور موہ کی کرپا ہے۔ فقط

گوبند آنند

اصلی کامیابی کی راہ

خط نمبر ۲۵۸ — از جہٹر کانہ منڈی ۲۱ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ پریم پیپر ملا۔ جواب یہ ہے۔ (۱) جو لڑکے محنتی اور ہوشیار ہوتے ہیں وہی پاس ہوتے ہیں۔ نالائق اور سست کبھی پاس نہیں ہوتے۔ (لوٹ) آپ بدستور لگے رہیں۔ آپ ضرور کامیاب ہو رہے ہیں۔ اور جلد از جلد ہو جاوینگے۔ مگر ادھر اُدھر کا جھانکنا اور کمی بیشی فیل پاس کا خیال نظر انداز کر کے اپنی سڑک پر مسلسل چلتے جاؤ۔ چیت اور اندریوں کی نگرانی بھی ہوتی رہے۔ مگر وہ بھی سبھاوک۔ اندر میں دویت یا گرہن تیاگ کا دخل نہ ہونے پاوے۔ اور باہر سے شاستری جرنیلی سڑک نہ چھوٹے اور اپنی کامیابی میں کبھی شک نہ آنے پاوے۔ کامیابی تو در اصل یہی ہے۔ کہ ایک ادویت آتما ہی ہے۔ اس سے بھن جو نظر آتا ہے وہ جھوٹ بندی ہے۔ نہ کہ حقیقی السایقین اور درشٹی ہی مسلسل رہنی کامیابی ہے سو وہ مسلسل رفتار موجودہ سے ضرور حاصل ہو گی۔ اس

اوم اوم

عظمتِ عرفان

موہن لال جی مستانہ بانی آل انڈیا روحانی اتحاد کمیٹی و اسسٹنٹ سکریٹری چوتھی عالمی مذاہب کانفرنس نئی دہلی جنرل سیکریٹری شری سناتن دھرم کیندریہ سبھا ویسٹ زون تلک نگر نئی دہلی ۱۸

مکمل عظمتِ عرفان و آگہی کیا ہے
خودی کا ہوش نہیں ہے تو بیخودی کیا ہے

خداشناس و زمانہ شناس ہو لیکن
جو خود شناس نہیں ہے وہ آدمی کیا ہے

مجھے یہ فکر کہ آغازِ زندگی کیا تھا
تمہیں یہ خوف کہ انجامِ زندگی کیا ہے

بڑے خلوص سے دیتے ہیں داد شکووں کی
یہ دوستی ہے الٰہی تو دشمنی کیا ہے

ہر ایک دل ہے پریشان ہر اک نظر ویراں
اک انقلاب کے آنے میں اب کمی کیا ہے

جو آنکھ تابِ نظارہ سے ہو گئی محروم
چراغ اسکے لئے کیا ہے روشنی کیا ہے

وفا و مہر سلامت خلوص زندہ باد
اب اسکے بعد ہمارے لئے کمی کیا ہے

ترس گئے مئے عرفاں کے ایک جرعے کو
یہ ہم سے پوچھ کہ احساسِ تشنگی کیا ہے

ہزار سجدۂ مستانہ کیجئے لیکن
جبیں پہ نور نہ آئے تو بندگی کیا ہے

حقیر مستانہ
166A فتح نگر نیو دہلی ۱۸ء

پرمارتھی خط

(از طرف شری سوامی شاشوت آنند جی)

از شاہ آباد مارکنڈہ ضلع کرنال (ہریانہ) پرم ہنس ست سنگ بھون

پرم پیاسے آتمن شری ست دیوکی نندن جی شرما۔ جیوں اوم آنند۔ مورخہ 5.6.70

آپ کا پریم پتر 28/5 کا لکھا ہوا مل گیا۔ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔

بیوہار کو ادھاک اپنی ذمہ واری نہ سمجھیں اور کام کر کے بھروسہ بھگوان پر رکھیں۔ وہ خود غیبی ہاتھ سے سب کام خود کر دیتا ہے۔ ہمارے وشواس کی کمی ہونے سے بھید نہیں کھلتا۔

روزانہ صبح سویرے اُٹھنے کا ابھیاس بناویں اور کم از کم ایک گھنٹہ اپنے چیت کے نرودھ اور سروپ چنتن کا ابھیاس کریں۔ سمے پر اوشیہ سپھلتا ملے گی۔ سوادھیائے بھی اوشیہ پنچدشی آدی کا کریں۔

آپ نے برہمانند پرکرن کے پانچ ادھیائے کے بارے پنچدشی کار کا بھاو پوچھا ہے سو تھوڑا سا نیچے لکھا جاتا ہے۔

اوّل تو ایسے گرنتھ سنمکھ بیٹھ کر ہی پڑھنے اور سمجھنے سے بات کھلتی ہے۔ چٹھیوں میں ایک آنہ بھی بات نہیں کھلتی۔ پھر بھی آپ کو مایوس نہیں کرنا چاہتا۔ اور تھوڑا بہت اس پر پرکاش ڈال رہا ہوں۔ ؏

آنند کی ویاکھیا

برہمانند پرکرن میں جو کہ پنچدشی کے آخری پانچ ادھیائے ہیں نروپن ہوا ہے۔ پہلا پرکرن یوگانند ہے۔ (2) آتمانند (3) ادویت آنند (4) ودیانند اور پانچواں وشیانند ہے۔ یہ پانچوں ہی واستو میں برہمانند سے الگ نہیں ہیں۔

(1) یوگانند۔ من کی ایکاگرتی میں پرتی بنبت ہوا (؟) آنند یوگ ابھیاس کے دوارا یوگی کو جب ملتا ہے۔ تو اس کا نام یوگانند ہوتا ہے۔ یہاں سنسار کا کوئی سنسکار نہیں ہوتا۔ من کو پرم پوتر یعنی شدھ کر کے شانت استھتی میں برہم سروپ اپنے آپ کا ایکاگرتا دوارا ملا ہوا یہ پرم سکھ ہے۔ یہاں سمادھی من کو ہانی انتر مکھ کرنے سے ہوتی ہے! اور یوگ کے بل کے کم و بیش ہونے سے اور تھوڑی دیر رہنے سے وہی ستیہ برہم سروپ سکھ یوگانند کہا جاتا ہے۔ اس میں بہت دھیرج اور واستار ہت ابھیاس سے پراپتی ہوتی ہے۔ بیوہار میں اُترنے پر اس سکھ کی سمرتی بنی رہتی ہے۔ ساکشات کار کیول سمادھی کال میں ہوتا ہے۔ ؏

(2) آتمانند۔ اس میں اناتما دیہہ آدی اور باہری سمبندھیوں اور پدارتھوں سے اپنے واستو سروپ کا وویک کرکے یہ سمجھ لیتا ہے کہ اپنے آتم سروپ کے سکھ نمت ہی سب پیارے ہیں ورنہ وہ واستو میں سکھ روپ نہیں ہیں۔ کیول ایک آتما ہی سکھ سروپ ہے۔ اس وویک کے بل سے آتم سروپ میں استھت ہو کبھی یوگانند کے ابھیاس کی طرح برہمانند کا ہی آتم سروپ سے سمادھی کال میں انوبھو کرتا ہے۔ اس میں وویک پردھان ہے اور پہلے میں منو نرودھ روپ سمادھی۔ دونوں میں ادھیکار کے بھید سے بھید ہے واستو میں بھید نہیں۔ استھان کال میں جگت کا सत्यत्व ستتو نہ ماننے سے اُس سے سکھی دکھی نہیں ہوتا۔

(3) ادویت آنند۔ سرب دیہہ آدی جگت کو متھیا مایا ماتر جان کر اس کے ادھشٹان روپ اپنے برہم سروپ کو سرب میں ایک پورن روپ سے انوبھو کرنا اور نام روپ کے متھیا بھید میں سمت بدھی ہو کر کے سدا ودویت شدھ تتو آتم سروپ میں استھت رہنا۔ ایسی اوستھا میں جو آنند انوبھو ہوتا ہے وہ برہم سروپ آنند ہی میں ہوں۔ اس آنند کا نام ادویت آنند ہے۔

(4) پہلے یوگانند میں منو نرودھ۔ آتما آنند میں اپنے سروپ کا یتھارتھ وویک اور ادویت آنند میں دویت کا متھیا تو ورنن کرکے اب ودیا نند کا نروپن کرتے ہیں۔

ودیا نند کو چار حصوں میں بانٹا گیا ہے۔ دکھ کا ابھاو۔ سرب کاماؤں کی پورتی کرت کرتیا اور پراپت ہونے یوگیہ کی پراپتی۔

لوک پرلوک، دکھوں کا بھوگتا جیو اور اس کا بھوگ نام روپ دیہہ آدی سامگری سبھی متھیا ہیں۔ آتما بھوگتا ہے۔ اور بھوگیہ روپ جگت ستا شونیہ ہے۔ ایسا وویک ہونے پر یعنی بھوگتا بھوگیہ بھاو مٹ جانے پر اپنے شدھ سروپ کا واستو بودھ ہو جانا ہی ودیا ہے اُس سے ملنے والا سروپ آنند ہی ودیا نند ہے۔

برہماکار ورتی میں پرتی بمب روپ آنند کا واستو سروپ آتمانند ہی ہے۔ لکشنا سے ورتی کا بادھ اور کیول آنند کو اپنا واستو سروپ نشچے کیا جاتا ہے۔ گورو دوارا شرون کئے گئے مہاواکیہ تت توم اسی کو منن ندھیاسن دوارا پرپاک کر کے تت توم کے لکشیہ ارتھ کے ابھید کا انوبھو ایسی برہماکار ورتی دوارا ہی ہوتا ہے۔ جگیاسو کو ہی ودیا نند دوارا آتمانند اتھوا ادویت آنند کی پراپتی سنبھو ہے۔ پامر یا وشئی کو نہیں ہو سکتی۔

(5) وشیانند :- یہ وشیہ دوارا پرگٹ ہونے والا آنند واستو میں برہمانند کا ہی انش روپ ہے۔ کیول ایکاگرتا کا نمت ہی ہے۔ اس میں انتہ کرن کی اپادھی بھن ہونے سے اور انیک کے علاوہ اسکی چنچلتا ایکاگرتا کا بھید ہونے سے ہر کسی کو الگ الگ اور کم و بیش معلوم ہوتا ہے۔ جیسے جل کے پاتر انیک اور جل بھی کہیں گدلا اور کہیں صاف ہونے سے سورج انیک اور اس کا پرکاش بھی مند مدھیم اوتم بھاو والا بھان ہوتا ہے۔ ورتی رجوگنی یا تموگنی ہونے سے گھور اور موڑھ کہی جاتی ہے اور ستوگنی ہونے سے شانت کہی جاتی ہے۔

ان میں آنند ایک جیسا بھان نہیں ہو سکتا یدپی آنند واستو میں ایک ہی ہے۔ اگنی کی گرمی تو جل میں پرتیت ہو جاتی ہے مگر پرکاش نہیں پرتیت ہوتا۔ لکڑی میں، اسی اگنی کا پرکاش انش اور گرمی بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح شانت برتی میں آتما کے سُکھ اور چیتن انش کا بھی بھان ہو جاتا ہے۔ اور جتنی زیادہ ستھر اور شانت ہوگی اتنا زیادہ آنند کا بھان ہوگا۔

جب گھر زمین یا سمبندھی آدی کی اِچھا ہوتی ہے۔ تب ورتی گھور کہی جاتی ہے۔ اس میں آنند کا بھان تھوڑا سا اُن کی پراپتی پر ہوتا ہے اور پراپتی نہ ہونے پر دُکھ ہوتا ہے اور روک ٹوک کرنے والے پر کرودھ بھی ہوتا ہے اُسی سے دویش ہو جاتا ہے اور پدارتھ کے ملنے پر راگ ہوتا ہے۔ وویک اور ویراگیہ شانت ورتیاں ہیں اس لئے اُن کے دوارا سکھ کی پراپتی ہوتی ہے۔ اس لئے جگیاسو کوشش کرکے گھور اور موڑھ ورتیوں کی بجائے شانت کا پرواہ چلاوے اور سُکھ پراپت کرے۔ ورنہ راگ دویش سے بھان دُکھی ہوگا۔

اصل میں ستچت روپ آتمانند کا پرتی بمب اس شانت برتی دوارا پرگٹ ہوتا ہے اور دوسری برتیوں میں بھان ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ دُکھ کا بھان ہوتا ہے۔ یہ بھید اُپادھی شانت گھور اور موڑھ برتیوں کے کارن ہے آتما تو ایک سمان ہے۔ اسی کے لئے من کا نرودھ اور واستا کا کھشئے ہونے پر ہی تو گیان درڑھ ہو کر پرمانند پراپتی کا ہیتو بنتا ہے۔ فقط۔ شاشوت آنند تیرتھ۔

نوٹ:۔ آجکل رسالہ اوم کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر ۱۳/ روپئے مقرر ہے اور وی، پی منگوانے پر ۱۴½ روپئے ہے۔ اس لئے ہم ہر اوم کے خریدار کی سیوا میں نویدن کریں گے۔ کہ وہ اس ۱½ روپئے کے زائد خرچ سے بچنے کے لئے مبلغ ۱۳ روپئے بذریعہ منی آرڈر ۳۰ نومبر تک ۔۔۔ بھجوا دیں۔ منی آرڈر کسی ذاتی نام پر ارسال نہ کریں۔ بلکہ صرف رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶ کے پتہ پر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ خوشخط حروف میں لکھیں۔ اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو تو یہ لکھنا ہرگز نہ بھولیں۔ کہ میں پرانا خریدار ہوں" اور اگر نئے خریدار ہیں۔ تو یہ ضرور لکھئے۔ کہ "میں نیا خریدار ہوں" چندہ ۳۰ نومبر ۱۹۷۶ء تک بھیجنے کی کرپا کریں۔ تاکہ سالنامہ اُپاسنا انک کے ڈسپیچ کی تاریخ سے پیشتر ہمیں مل سکے۔

نمونہ کا پرچہ

جن اصحاب کی خدمت میں رسالہ اوم کا پرچہ بطور نمونہ فری ارسال کیا جاتا ہے اُن کا اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ اسکی منظوری یا نامنظوری سے ہمیں مطلع کریں۔ کیونکہ جہاں ہم نے ۱۰۔۱ روپیہ کی قیمت کا پرچہ اُنکو دھرم پریمی خیال کرتے ہوئے اُنکی بِنا فرمائش پر مفت بھیجنے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا وہاں ایسے اصحاب کو ۱۵ پیسے کا کارڈ بھیجنے میں سنکوچ نہیں کرنا چاہئے۔"

"مینیجر"

قسط نمبر ۱۴

کیا ہندو قوم زندہ رہیگی ؟

(پانچواں پہلو)

وید مقدس

از قلم مہاتما شوبرت لال جی ورمن

اب تک ہم نے سوال کے چار پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ اب پانچواں پہلو نظر کے سامنے ہے اور وہ اسقدر ضروری اور اہم ہے کہ ہر طبقہ کے ہندو خواہ وہ عقائد قومیت اور خصوصیت کے لحاظ سے کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس پر غور فرمائیں۔

یہ پہلو ویدوں سے مخصوص ہے۔

وید۔ کو ہم بطور خود کلام الٰہی مانتے ہیں۔ یہ ہماری اپنی ذاتی رائے ہے۔ کہ وید الہام ہیں۔ وید ایشور واک ہیں۔ اور ہر طرح سے قابل تعظیم ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ہمارے ساتھ اختلاف ہے تو ہم برا نہیں مانتے۔ مذہبی آزادی ہماری قومی زندگی کی سب سے اعلیٰ سب سے زبردست سب سے مقدم اور سب سے زیادہ نظر آنے والی خصوصیت ہے۔ پڑھنے والوں کو تعجب ہوگا کہ ہم آج ایک نرالی بات سنا رہے ہیں۔ ہندو اور مذہبی آزادی ؟ یہ اجتماع ضدین ہے۔ کبھی نہیں ہوسکتا۔ کہ ہندو مذہبی آزادی کی ڈینگ مار سکے۔ اور شائد ہندوؤں کی تاریخ میں اس قسم کی آزادی کا وقت بھی کبھی نہ آیا ہوگا! ممکن ہے ایسے خیالات ہمارے پڑھنے والوں کے ذہن میں آویں۔ اور ایسے خیالات کا پیدا ہونا تعجب بھی نہیں ہے۔ مگر یہ سب غلط ہیں۔ دنیا کی سطح پر مذہبی خیالات میں ہندوؤں سے زیادہ کوئی قوم اتنی آزاد نہیں ہے۔ ایک گھر میں شیو۔ شاکت۔ ویشنو۔ سب رہتے ہیں۔ اپنے اپنے اشٹ اور عقیدہ کے بموجب پوجا پاٹھ ہوتی ہے۔ کوئی کسی سے باز پرس نہیں کرتا سب خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ نہ کسی کو کسی سے اعتراض ہے۔ نہ کسی کو کسی سے جھگڑا ہے۔ ایک شو کے مندر میں جاتا ہے۔ دوسرا ٹھاکر دوارے میں۔ تیسرا کالی یا درگا کو اشٹ سمجھتا ہے۔ ایک ہی گھر میں مختلف عقائد کے آدمی موجود ہیں۔ مگر کیا ان میں سے کسی میں کبھی جھگڑا ہوتے سنا گیا ہے ؟ غالباً کبھی نہیں۔ ہندو ہمیشہ سے جانتے ہیں۔ کہ جبتک انسان کے تابع اختلافات ہیں تب تک سب کے مذہبی کاروباری معراج میں یکسانیت نہیں آسکتی۔ جس طرح ایک ہی ماں باپ کے مختلف لڑکوں میں سے کوئی وکیل ہے۔ کوئی ڈاکٹر ہے۔ کوئی ایڈیٹر ہے۔ کوئی مصور ہے۔ کوئی منصف ہے۔ ویسے ہی دلی میلان و دلی جذبات کی وجہ سے مذہبی معراج میں اختلافات ہونگے۔ آجتک یہ بات ہماری سمجھ میں نہ آئی کہ مختلف طبیعتیں رکھکر کیسے تمام انسان ایک ہی طریق پرستش کی پیروی کر سکتے ہیں۔ جس میں ستوگن کی زیادتی ہے۔ اس کا معبود ستوگنی ہوگا۔ اس کے لئے ستوگنی اشٹ دیوتا کا ہونا لازمی ہے۔ ایک شخص میں رجوگن کی زیادتی ہے۔ اس کا معبود رجوگنی ہوگا۔ اس کے لئے رجوگنی اشٹ کا ہونا لازمی ہے۔ تیسرے شخص میں تموگن

زیادہ ہے۔ اُس کا معبود ستو گنی ہوگا۔ اس کے لئے ستو گنی اِشٹ کا ہونا لازمی ہے۔ جس کا جیسا خیال جیسے جذبات اور جیسی طبیعت ہو۔ اُس کا مذہب بھی ویسا ہی ہوگا۔ ہزار کوششیں کی جائیں۔ ایک طریق پرستش کے جاری کرنے اور اس کے عام بنانے میں ہمیشہ ناکامیابی ہوگی۔ ہر شخص کا معبود دراصل اُسکے دلی خواہشات، محسوسات اور جذبات کی خیالی معراج ہوا کرتا ہے۔ ہندو اس بات کو جانتے تھے۔ اور اسی کے جاننے کی وجہ سے اُنہوں نے کبھی بھول کر بھی اپنے ہم خاندان ہمسایہ اور ہم وطنوں کے مذہبی معاملات میں چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ یہ خصوصیت آپ کو صرف ہندوؤں میں ملے گی۔ اور کسی جگہ کسی قوم میں نظر نہ آئیگی شیعہ و سُنی مسلمان ایک گھر میں اچھی طرح نہیں رہ سکتے مگر ہم رہتے تھے۔ اور اب بھی رہتے ہیں۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹینٹ عیسائی ہمسایہ ممکن نہیں ہے کہ کبھی نہ کبھی آپس میں دنگا فساد کرنے سے رک سکیں مگر ہم باوجود مذہبی اختلافات کے شیر و شکر بن کر رہتے تھے۔ اور اب بھی رہتے ہیں۔ شوہر ویشنو ہے۔ بیوی شیوی ہے دونوں اپنے کرم دھرم کو اپنے اپنے ڈھنگ پر کرتے ہیں۔ کیسے محبت اور یکدلی کے ساتھ زندگی بسر ہوتی ہے۔ پادری شاعروں کو صرف فاختہ کے جوڑوں کے درمیان اصلی محبت نظر آتی ہے۔

کاش! اگر ان لوگوں نے ہندو جوڑے کو دیکھا ہوتا تو ایسا کبھی نہیں کہتے۔ ہندوؤں میں جو شوہر، بیوی کی محبت نظر آتی ہے۔ وہ زمینی نہیں بلکہ آسمانی محبت کا نظارہ ہے۔ ایک فارسی شاعر جس نے اس لطیف مقدس منظر کو ایک دفعہ دیکھا تھا۔ حیرت و استعجاب کے لہجہ میں اس طرح کہہ رہا ہے۔ ؎

ہیچو ہندو زن کسے در عاشقی مردانہ نیست
سوختن بر شمع محفل کار ہر پروانہ نیست!

شیعہ بیوی کی سُنی مسلمان کے گھر جو دُرگت ہوتی ہے۔ وہ سب جانتے ہونگے۔ عیسائی کیتھولک مرد پروٹسٹینٹ عورت سے شادی کرکے جو مزہ چکھتا ہے وہ اُسی کو معلوم ہوتا ہے۔ ایشور اسکی حالت کسی دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ مگر ہمارے یہاں یہ جذبات نام کو بھی نہیں ہیں۔ ہماری بیویاں سچی دیویاں ہیں۔

یہ ہماری مذہبی آزادی کی بدیہی و صریح مثال ہے۔ ہندو مذہبی نقطۂ نگاہ سے دنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ آزاد ہیں۔ ہندو جس بات کی پابندی پر جان دیتے ہیں۔ وہ دراصل سوشل پابندی ہے۔ مذہبی عقائد کی زنجیر کو توڑ دو۔ وہ پرواہ نہ کرینگے۔ لیکن سوشل قانون کی انحراف ورزی کے لئے ہماری قوم میں اپیل کرنے کی کہیں بھی جگہ نہیں ہے۔ اس قسم کی عدالت ہم نے کبھی نہیں بنائی۔ نہ بناتے ہیں نہ بناوینگے۔ اگر کوئی شخص۔ سوشل پابندی کو توڑتا ہے۔ اُس کو ہماری سوسائٹی میں رہنے ہمارے سوشل مفاد سے مستفید ہونے اور ہم میں ملنے جلنے کا کوئی استحقاق نہیں۔ ہے۔

کھانے پینے ہیں۔ اُٹھنے بیٹھنے ہیں. شادی۔ بیواہ کے رسم و رواج ہیں تم سوسائٹی کے شرائط کی پابندی نہیں کرتے ہو. تو دُور دفع ہو جاؤ۔ تم ہندو رہنے کے قابل نہیں ہو۔ پتت ہو۔ گمراہ ہو۔ مُرتد ہو۔ اور جس طرح کوّے اپنے مرتد ہمجنس کو چونچیں مار مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ ویسے ہی ہمارے یہاں اُس شخص کی سوشل موت ہو جاتی تھی۔ جو سوسائٹی کے قاعدہ کی تعظیم نہیں کرتا تھا۔ ہم سوسائٹی کے غلام ہیں۔ اور اس غلامی پر ہم کو فخر تھا۔

دُنیا کی اور قومیں سوسائٹی کی اتنی غلام نہیں ہیں۔ وہ مذہب کی غلام ہیں۔ ہم بہ حیثیت ہندو سوسائٹی کے غُلام ہیں۔ اور اس کے اقرار کرنے میں ہم کو ذرا بھی شرم و حجاب نہیں ہے۔ دیکھو غلام دونو ہیں۔ مگر ان میں بہتر کون ہے؟ جواب ملیگا۔ ہندو۔ اور یہ کیوں؟ سبب یہ ہے کہ آجتک کسی نے کب ایشور کو دیکھا ہے۔ جس کا جیسا خیال ہو اس خیال کے موافق۔ جس کا جیسا رحجان ہو اس رحجان کے موافق ایشور کی پرستش کرے۔ مگر سوسائٹی کو سب دیکھتے ہیں۔ اُنکو بھی موقع و اجازت نہ ملنی چاہیئے کہ سوسائٹی کے خلاف کارروائی کر سکیں۔"

اس سوسائٹی کا قانون یا ضابطہ جسکی تعظیم کے لئے ہندو مجبور ہے۔ وید مقدس کہلاتا ہے۔ ہم نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ ہم ویدوں کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔ اور اسی حیثیت سے اُس کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کو ویدوں کی اس حیثیت کے ماننے میں اعتراض ہے۔ تو ہم اُس وقت تک درگذر کرنے کے لئے تیار ہیں جب تک وہ ویدوں کو مجموعہ ضابطہ سوسائٹی سمجھکر بھی اُس کے ساتھ تعظیم سے پیش آتا ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں۔ وہ غلطی پر ہے۔ مگر اس کی غلطی ایک حد تک قابل معافی ہے۔ اگر وہ وید کو ایشور کا کلام نہیں مانتا۔ صرف قابل تعظیم رشیوں کا ہی کلام مانتا ہے جن کا ابتدا میں ظہور ہوا تھا۔ اور اسی حیثیت سے اُن کی عزت کرتا ہے۔ تب بھی ہم کبھی اُس سے باز پرس کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارا اور اُس کا اختلاف جزوی ہے۔ اگر وہ ویدوں کو روحانی کتاب ہونے کی حیثیت نہیں دیتا ہے تو نہ دے مانتا تو کرتا ہے کہ وہ اُن کو سوشل قواعد کا مجموعہ۔ کرم دھرم کا ماخذ۔ ہندو آئین کا مخزن تو سمجھتا ہے۔ اگر یہاں تک بھی اس کو ہمارے ساتھ اتفاق ہے۔ تب بھی ہم اس کو کبھی ہندو سوسائٹی کے برکات اور مفاد سے محروم کرنے کے لئے تیار نہیں ہونگے۔ ہماری قوم کچھ عجیب طرح کی قوم ہے۔ جو لوگ ایشور سے منکر ہیں وہ اُن کو بھی ناستک نہیں کہینگے۔ کیونکہ مذہبی خیالات کی رُوح سے ایشور کی سمجھ میں اختلافات ضرور ہوا کرینگے! اور کیوں نہ ہو۔ ہمارے ہی یہاں ایک شخص اسکو نیتی نیتی کہتا ہے۔ دُوسرا ایتی ایتی کہتا ہے۔ ایک کے خیال میں وہ چیتن محض ہے۔ دُوسرا اسی میں مادہ کا شمول

بھی سمجھنا ہے۔ اور اس پر بھی سب ایک زبان سے کہتے ہیں۔ وہ اپرم پار ہے۔ من اندریوں سے پرے ہے۔ بدھی اُس تک نہیں جاتی۔ دینداری اور کفر میں در اصل بہت ہی فرق ہے۔ اس وجہ سے کسی کو کیا منصب ہے کہ وہ اپنے آپ کو سچا اور دوسروں کو جھوٹا سمجھے۔

درمیانِ کُفر و دیں فرق است بس یک نقطہ را
خواب یک خواب ست امّا مختلف تعبیر ہا

ہندو مذہب پرست نک کو بے دین نہیں کہتے۔ مگر ہاں وہ اس کو ناستک کہتے ہیں۔ جو ویدوں کو نہیں مانتا۔ منوجی نے اپنے دھرم شاستر میں نہایت واضح پیرایہ میں لکھا ہے۔

جو وید کو نہیں مانتا وہ ناستک ہے۔ اور اُسکو سوسائٹی میں جگہ نہ دینی چاہیئے۔"

ہمارے یہاں ویدوں کے منکر ہی ناستک ہیں۔ ورنہ جو شخص ویدوں پر ذرا بھی شردھا رکھتا ہے اُسکو کبھی ناستک نہیں کہا گیا۔ دیکھو منوجی کا قول کسقدر واضح ہے۔

नास्तको वेद निन्दका

یعنی وہ شخص ناستک ہے۔ جو ویدوں کی مذمت کرتا ہے۔ اسی شلوک کے باقی حصہ میں حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی وید کی نندا کرے۔ اُسکو پنگت اور دیش سے نکال دینا چاہیئے۔" (باقی پھر)

فون نمبر 56714

یاد رکھیئے پرکاش جیولرز یاد رکھیئے

نئے نئے خوبصورت ڈیزائنوں میں زیورات آرڈر پر تیار کرانے کے لئے اور راشی کے سچے نگ خریدنے یعنی پنا۔ مونگا۔ نیلم۔ پکھراج وغیرہ کیلئے ہمیشہ

پرکاش جیولرز 10 بیڈن پورہ اجمل خاں روڈ
قرولباغ نئی دہلی پر پدھاریں

بھارت کا چرتر

بھگوان رام کے جیون کی ایک پوتر جھانکی

کوی لوکناتھ دل دہلی

رام سے راون جب گھبرایا　کمبھکرن کے دوار پہ آیا
سویا ہوا جگایا آکر　سب پرسنگ سنایا آکر
کوئی ایسی بات بتاؤ　کوئی ایسا بان چلاؤ
ایسا کرو کوئی اپچار　ہو اُس بنباسی کی ہار
اُر کی جلتی آگ بجھاؤں　اُس کی پتنی کو اپناؤں
بھیشن ہو بنباسی کی شکتی　کرو پریوگ انوکھی یکتی

لیتے لیتے ہی انگڑائی
کمبھکرن بولے سن بھائی

جیت نہیں پائے بُدھی بل سے　کام نکالو کپٹ سے چھل سے
جاگرت کرو لر کھشمی مایا　ہر لو مایا پتی کی مایا
مایا کا اب سوانگ رچاؤ　مایا کا ہی رام بن جاؤ
سمجھ اس کے جب جاؤ گے　پرم سپھلتا تب پاؤ گے
بیچ میں بول اُٹھے لنکیشور　ہارا ہوں یہ رچنا رچ کر
آپ بتانے لگے ہیں جیسا　ایک دوس میں بنا تھا ایسا
جیوں ہی ایسا ویش بنایا　ایسا اک جادو سا چھایا
بھید مجھے کچھ سمجھ نہ آیا　اپنے آپ ہی میں لجایا

ستو وہاں جو بیتی مجھ پر
کیول مندودری کو تج کر

لنکا نگر کی اک اک ناری　بیٹی بہن اور مہتاری
ہونے لگی تھی درشٹی گوچر　پڑا تھا یہ پرچھاؤ تینوں پر
اُس بنباسی کے سروپ کا　بھاگے ہوئے اودھ کے بھوپ کا
اور کوئی یکتی بتلاؤ　ڈولتی ناؤ پار لگاؤ
کمبھکرن بولے سن بھائی　جس کے روپ کی یہ پربھوتائی
اُس کے ساتھ رکھو مت اَن بن　کرو نہ اب مترتا کا سمرن
ایسا سرس چرتر ہے جس کا　ایسا نام پوتر ہے جس کا

اُس کے لئے بَیر سب تیاگو
جڑتا کی نِدرا سے جاگو

منش جنم

قسط ۱۲

(از قلم شری کرپال سنگھ جی ایم اے)

سماجک طور پر اور بڑے پیمانے پر اس "اخلاقی اندھاپن" اور روحانی بیماری سے چھٹکارا پانے کا ایک ہی علاج ہے کہ ہر ملک کی سرکار روحانی تعلیم کو سکولوں و کالجوں کی تعلیم کا ضروری انگ بنائے اور اسے تعلیمی نصاب (سلیبس) میں نمایاں جگہ دے۔ امتحانات کے نقطہ نظر سے یہ ایک لازمی مضمون تصور کیا جاوے۔ یہ تعلیم غیر فرقہ وارانہ اور انسانیت کی بنا پر ہو۔ اخلاقی تعلیم بھی اس تعلیم کا ایک حصہ ہو۔

اگر انسانی سماج نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا تو اس کا نتیجہ انسانیت کو لازمی طور پر سنسار ویاپی تباہی کی شکل میں بھگتنا پڑے گا۔ اس تباہی سے سنسار کا کوئی دیش بھی بچ نہیں سکے گا۔ اس تباہی کے جراثیم اس وقت بھی سنسار میں چپکے چپکے اپنا کام کر رہے ہیں۔ اگر ان کا تدارک نہ کیا گیا تو کسی وقت بھی بھیانک تباہی روپی بیماری کی شکل میں ان کے پھوٹ پڑنے کا خطرہ ہے۔

جب تک انسانی نسل ادھیاتمک قدروں کو نہیں اپناتی اسکی بے چینی، دکھوں اور مصیبتوں کا خاتمہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چاہے یہ سائنس میں آج سے ہزار گناہ بھی ترقی کر جائے۔ "ذہنی اور روحانی وکاس کا تناسب" ایک اٹل نیم ہے۔ جسکی طرف سے لاپرواہی انسان کو پھر سے حیوانوں کی سطح پر لا کھڑا کریگی۔

مبارک ہے اُن لوگوں کا جینا جنہوں نے روحانی زندگی میں قدم رکھ کر آتم گیان کو اپنا لکش بنا لیا ہے اس مارگ پر چاہے وہ کتنے بھی آہستہ اور گرتے پڑتے چل رہے ہیں پھر بھی وہ اُن لوگوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ جنہوں نے زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور مزے لینا ہی سمجھا ہوا ہے۔ وہ لوگ انسانی چولے کی زینت ہیں اور اُنکے دم سے ہی انسانیت آج بھی زندہ ہے۔ وہ ایک طرح سے دھرتی کو تھامے ہوئے ہیں۔

اس انسانی جسم کی وقعت کچھ بھی نہیں لیکن ہے بھی بہت کچھ۔ جہاں ستھول پہلو میں یہ روگوں کا گھر ہے۔ یہ بات سارے دھرم یک زبان ہو کر کہتے ہیں۔ اس جسم کے ان دونوں پہلوؤں کا ذکر گورو نانک صاحب اپنی پوتر بانی میں کرتے ہوئے ہمیں لکش سے باخبر کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

بھانڈا دھووے کون، جو کچا ساجیا

دھاتو پنج رلائے۔ کوڑا ہا جیا۔

بھانڈا آئنگ راس جاتس بھاوسی
پرم جوت جاگلے۔ واجا واوسی

"اس شریر روپی کچے برتن کو کون دھو کر صاف کر سکتا ہے۔ زارتھات کچے برتن کو دھونے سے اُس پر سے مٹی کا اترنا اُسی طرح جاری رہتا ہے۔ اس طرح جسم کو چاہے کتنا ہی پانی وصابن وغیرہ سے دھوئیں یہ ہر وقت ناپاک ہے۔ کیونکہ اس میں گندگی بھری رہتی ہے) یہ پانچ تتوؤں سے بنا ہُوا ہے۔ جو کہ فنا ہونے والے ہیں۔ اس لئے یہ شریر ایک طرح سے جھوٹا دکھاوا اور بناوٹ ہے۔ (لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بالکل نکما ہے) یہ شریر انسان کے لئے تب ہی مبارک ہے تبھی اُسے راس آتا ہے اگر یہ خود کو پرماتما کی رضا میں رکھتا ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ اس میں پرماتما روپی پرم جوت کا پرکاش ہو جاتا ہے اور دُھنا تمک شبد (یا انحد شبد) پرگٹ ہو جاتا ہے۔"

گورو نانک صاحب نے آخری سطر میں مُنشیہ جنم کا لکش صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ وہ ہے پرکاش اور شبد کو پرگٹ کرکے اپنی ذات میں ستھر ہو جانا" گورو ارجن صاحب اسی کو کہتے ہیں:۔ سہ

نج گھر بسیو ہر جن پیارے

"اے ہری کے پیارے جن اپنے آتما روپی گھر میں۔ اپنی ذات میں ستھر ہو کر بیٹھ جا، تب من کی بھاگ دوڑ (جو تمام بےچینی کا کارن ہے) ختم ہو جائے گی اور انسان اُس پرم شانتی کو پراپت کرے گا۔ جو بیان سے باہر ہے۔ جب تک انسان اُمن (ارتھات من رہت = ا + من) نہیں ہوتا اُسے اُمن (شانتی) نہیں مل سکتا۔ جب تک شخصی رُوپ میں امن نہیں ملتا سنسارک رُوپ میں اُمن ملنا مشکل ہے۔ سو من کی چالوں سے بچنا یا اُمن (من رہت) ہونا ہی اصل میں امن کی گارنٹی ہے۔

واستو میں روحانیت کا راستہ بتدریج۔ نفی جمع۔ ضرب اور تقسیم کا راستہ ہے۔ وہ کیسے؟ اسے سمجھنے کے لئے شاستروں کے مندرجہ ذیل کتھن کو وچارنے کی ضرورت ہے جس میں زبردست کامنا کی گئی ہے کہ:۔

दुर्जन: सज्जनो भूयात् सज्जन: शान्तिमाप्नुयात्
शान्तो मुच्येत बन्धेभ्यो, मुक्तश्चान्यान विमोचयेत् ॥

"اے پرماتما برے لوگ اچھے بن جاویں۔ اچھے لوگوں کو شانتی مل جاوے۔ شانت پُرش بندھنوں سے آزاد ہو جاویں۔ اور بندھنوں سے آزاد ہوئے پُرش دوسروں کو آزاد کر دیں۔"

بُرے سے اچھا کیسے بننا ہے۔ اپنے اندر سے برائیوں کو منفی کرکے پھر پرماتما کے نام کو ہردیہ میں جمع کرنا ہے اُس سے شانتی ملے گی۔ پھر روحانی شغل (ابھیاس) سے اپنی روحانی شکتی میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنا ہے"

یہ ضرب کا عمل ہے۔ اس سے بندھن کٹ جاویں گے۔ جب اپنے بندھن کٹ جاتے ہیں۔ تب ہی انسان دوسروں کے بندھن کاٹنے کے یوگیہ ہوتا ہے۔ جو خود بندھا ہوا ہے دوسرں کو آزاد نہیں کرا سکتا۔ تب ایسا مُکت پُرش روحانی بھنڈار دوسروں میں تقسیم کرے گا تاکہ اُن کا بھی بھلا ہو :- سے

آپ مُکت۔ مُکت کرے سنسار
نانک تس جن کو سدا نمسکار　　(سکھمنی صاحب)

یہ ہے نفی جمع۔ ضرب اور تقسیم کا عمل جو کہ ادھیاتمک مارگ پر چلنے والے انسان کی زندگی میں ہوتا رہتا ہے۔

سوامی وویکانند جی نے بہت تھوڑے شبدوں میں انسانی زندگی اور تمام مذہبوں کا سار مندرجہ ذیل کتھن میں بیان کر کے کوزے میں سمندر بند کر دیا ہے۔

"The ultimate goal of all mankind, the end of all religions is but one – reunion with God or what amounts to the same, with the divinity which is every man's true nature"

'Sadhna'

" ساری منشیہ جاتی کا۔ سب دھرموں کا انتم نشانہ صرف ایک ہی ہے = واپس پرماتما میں جا کر ملنا۔ دوسرے شبدوں میں سب کا ارتھ ہے۔ اُس روحانیت کے ساتھ ملنا جو کہ ہر ایک انسان کی اصلی ذات ہے۔"

اپنی ذات کے ساتھ ملاپ یا پرماتما کے ساتھ ملاپ ایک ہی بات کو کہنے کے دو الگ ڈھنگ ہیں۔ گوربانی یہی کہتی ہے کہ آتم رس لینے والا بآسانی پرماتم رس کا آنند لے لیتا ہے۔

آتم رس جن جانیا۔ ہر رس سہجے مان
نانک دھن دھن دھن جن۔ آئے تے پروان۔"

جس نے اپنی ذات (آتما) کو جان لیا اُس نے آسانی سے پرماتما کے ملاپ کا آنند لے لیا۔ ایسے پُرش دھنیہ ہیں اور سنسار میں اُنہیں کا آنا سپھل ہے۔"

اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے لکش کو نظروں کے سامنے رکھتے ہوئے عمل زندگی اپنا کر اس رستہ پر گامزن ہو جاویں۔ تاکہ حیوانوں کے دائرہ سے نکل کر انسانوں میں اپنا شمار کر سکیں اور منشیہ جنم کے مقصد کو پورا کر سکیں۔

(اوم شم)

اوم

چہل درویش (مسلسل)

(از قلم منشی سورج نرائن جی مہر)

اوم

چوتھے سادھو کی کہانی۔ گزشتہ سے پیوستہ

بیچارے دنیا کی بے ثباتی
خواب زندگی کا بقیہ)

سکتے کا سا عالم ہوا دل پر مرے طاری   یہ سن کے کہ میعاد ہوئی ختم ہماری
میں پیر کے پاؤں میں پڑا بخشئے للہ   حضرت کو جو ارحم کی نے حضرت باری
کرنی نہ تھی جو میں نے وہ کی منت بے سود   کرتی تھی جو میں نے وہ کی گریہ زاری
ہنستا رہا سن سنکے وہ اور اسکی عوض میں   بیہوش ہوا میں وہ دوا مجھکو سنگھائی

ہوش آیا تو دیکھا کہ ہے اک کلبۂ احزاں   اس کے در و دیوار سے ہے یاس نمایاں
یہ یاس فقط میری نگاہوں میں ہے ورنہ   شادی سی ہے اس گھر میں اک شخص ہے شاداں
باہر ہیں مبارک و سلامت کی صدائیں   کچھ بیبیاں اندر بدل شاد ہیں خنداں
اس گھر میں اک شاد ہے گریاں ہوں فقط میں   سنتا نہیں پر کوئی مری ہائے دہائی

بیکس ہوں نہیں اور ساتھ ہی بے بس ہوں نہایت   کروٹ بھی بدلنے کی نہیں جسم میں طاقت
رو دیتا ہوں از بس مرا چلتا نہیں کچھ بس   جب بھوک کی اور پیاس کی ہوتی ہے اذیت
ہے باعث تکلیف ہر اک شے کا مجھے مس   پر کہہ نہیں سکتا دل بیتاب کی حالت
حاجات جتلانے کا ہے آلہ مرا رونا   سونے سے اگر میں نے ہی فرصت کبھی پائی

ابعاد ثلاثہ کے نہیں علم سے بہرہ   آنکھوں میں مری محض تصاویر ہیں اشیا
حرکات ہیں اعضا کی بہت غیر معین   پڑتا ہے کہیں ہاتھ کہیں قصد ہے اپنا
ہے بعد بعیدی بھی قریبی مرے نزدیک   میں چاند کے لینے کو زمیں سے ہوں لپکتا
کھینچے لئے پھرتے ہیں مجھے گود میں بچے   کہتے ہیں انہیں ست بہن ہے یہ ہے بھائی

چھندے رہا میں اس طرح گوڑوں کا کھلونا　　یا بستر راحت تھا پنگوڑے کا بچھونا
دانتوں کی ورا آنکھوں کی تکالیف تھیں اکثر　　خسرے کا کبھی تھا کبھی چیچک کا تھا رونا
چوٹیں بھی لگا کرتی تھیں چلنے میں بہت سی　　تھا کار اہم صبح کو مُنہ ہاتھ کا دھونا
کھانسی کی شبا روز پڑی رہتی تھی مجھکو　　اور کھانے میں مطلوب تھی مرغوب مٹھائی

معصوم تھا اس عالم طفلی میں مرا دل　　جس بات پہ میں چاہتا تھا ہو جاتا تھا مائل
ملجاتا تھا اچھا سا کھلونا جو کسی روز　　ہوتی تھی خوشی وہ کہ نہ بادشاہ کو حاصل
سنتے تھے بہت چاؤ سے باتیں مری ماں باپ　　گو بات کا کرنا تھا مرے واسطے مشکل
شاک کا دل صافی میں کہیں زنگ نہیں تھا　　جو بات کسی نے کہی باور مجھے آئی

اس ناز و نعم میں ہوئے جب ختم کئی سال　　میں مدرسے جانے لگا تھا گرچہ بُرا حال
لڑکا تھا جماعت کا ہر اک بچہ تو شیطاں　　اُستاد کا تھا جور مری جان کو جنجال
حیران بہت تھا کہ کہاں آن پھنسا میں　　بھاگا بھی کئی بار یہ بیہودہ تھی یہ چال
پڑھتا رہا میں گرچہ نہ لگتا تھا مرا دل　　ابجد تھی مجھے روز پہاڑوں کی پڑھائی

آخر کو یہ منزل بھی ہوئی طے بصد آزار　　اُستاد جماعت میں سمجھنے لگا ہُشیار
تھا شوق مجھے اوروں سے بڑھ چڑھ کے رہوں میں　　اس واسطے محنت سے تھا ہر وقت سروکار
کرتا ہوا اس طرح بتدریج ترقی　　میں علم کے زینے پہ چڑھا کام تھا دُشوار
انعام کے ملنے کی خوشی مجھکو بہت تھی　　جب ممتحن آتا تھا سننے تاکہ پڑھائی

اس طرح جو اعلیٰ تھی جماعت وہاں پہنچا　　انعام کبھی اور وظائف کبھی لیتا
دی علم کی تحصیل نے دلکو مرے وسعت　　ورزش نے کئے چست و توانا مرے اعضا
پیدا کئے کچھ یار بنائے کئی دشمن　　تعلیم جماعت کا زبس خاصہ یوں تھا
اس روز مجھے شاہی اقلیم ملی تھی　　جس روز کہ میں نے سند داخلہ پائی

(باقی پھر)

بھول

(از- حکیم رملیداس مضطر)

منش جنم ملا تو تھا اس لئے کہ انسان اس میں اتنی کمائی کرے کہ دوبارہ اس کو مرتیولوک میں نہ آنا پڑے۔ مگر مایا کے چکر میں ایسا بُری طرح پھنسا کہ اپنا اصلی مقصد بھول کر جنم جنمانتر تک بھٹکنے کا سامان کرنے لگا۔ بقول کہ ؎

آئے تھے ہری ملن کو اوٹن لگے کپاس

ارتھات۔ اس مرتیولوک میں ہم اس لئے آئے تھے۔ کہ ہماری جیو آتما جو پرم آتما سے جُدا ہو چکی ہے اسے پھر سے پرم آتما میں ملاویں۔ مگر یہاں آکر مایا کی کپاس دُھننے لگے۔ یعنی مایا کے چکر میں پھنس گئے سب سے زیادہ تعجب انگیز تو بات ہے۔ کہ ہر وچار وان اس بات کو جانتا ہے۔ کہ تمام دنیاوی پدارتھ یہیں پڑے رہ جاویں گے۔ ہزاروں لاکھوں روپئے کا مالک ایک کوڑی تک ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ ہزاروں لاکھوں بیگھوں زمین کا مالک ایک چُٹکی بھر مٹی پلّے نہیں باندھ سکتا۔ اور اپنے حلقہ احباب و رشتہ داروں کے سینکڑوں ہزاروں آدمیوں میں سے کوئی بھی اس کی امداد نہیں کر سکتا۔ پرلوک کی امداد تو ایک طرف اگر وچار کی آنکھ سے دیکھا جائے۔ تو اس مرتیولوک میں بھی کون کسی کی امداد کر سکتا ہے۔ یعنی کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی بیمار ہو جاتا ہے۔ اُس کے جو بیماری یا تکلیف اپنے کرم انوسار آئی ہے ان میں سے کوئی رشتہ دار۔ کوئی دوست۔ کوئی غمخوار تھوڑی سی لے سکتا ہے؟ نہیں کوئی نہیں لے سکتا۔ جس شخص کے حصے میں جو کچھ تکلیف آئی ہے۔ وہ خود ہی اُسے برداشت کریگا۔ جب اس دُنیا میں یہ حال ہے تو پرلوک میں جبکہ انمیں سے کوئی بھی ساتھ ہی نہیں ہوگا۔ تو تکلیف میں ہمدردی و غمگساری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا وغیرہ۔ جیسا کہ مذکور ہُوا۔ کہ ہر وچار وان آدمی مذکورہ حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ کسی شریر یا پدارتھ کے ساتھ ہمارا حقیقی رشتہ ناطہ نہیں۔ اور نہ ہی کوئی پرلوک میں مددگار ہوگا۔ مگر پھر بھی اس بات پر یقین نہیں کرتا۔ اور اسی وجہ سے وہ اس ناپائدار میں ناپائدار پدارتھوں کے ساتھ اور شریروں کے ساتھ دلبستگی رکھتا ہے۔ یعنی اگر وہ اس مذکور بات کو جاننے کے ساتھ یقین بھی رکھتا۔ تو اس کا طرز زندگی کچھ اور طرح کا ہوتا۔ یعنی وہ اس دُنیا میں سب کچھ کرتا ہوا بھی اپنے من کو ان پدارتھوں یا شریروں میں لگانے کی بجائے بھگوان کے چرن کملوں میں لگائے رکھتا۔ اپنے تمام تعلقداروں اور پدارتھوں کے ساتھ رہتا ہوا شاستر مریادا انوسار اور بے تعلق ہو کر زندگی بسر کرنا انسان کو روحانی کمال تک پہونچانے کی شکتی رکھتا ہے۔ اور ایسے وچار رکھنے والا آدمی ہر ایک جائز کام کرتے ہوئے بھی ان کے اثرات سُکھ دُکھ

سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک خزانچی کی طرح تصور کرتا ہے۔ یعنی خزانچی کے پاس اگر ہزاروں لاکھوں روپے آ گئے ہیں۔ تو اس کو خوشی نہیں ہوتی۔ اور اگر ہزاروں لاکھوں روپے خرچ ہو گئے ہیں۔ تو اداسی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اس بات کو جاننے کے ساتھ یقین بھی رکھتا ہے۔ کہ ان ہزاروں اور لاکھوں روپیہ میں میری ایک کوڑی تک نہیں۔ اس کا مالک جو ہے سو ہے۔ اگر نفع ہوگا تو مالک کا۔ نقصان ہوگا تو مالک کا۔ میں تو صرف تنخواہ کا مستحق ہوں۔ اور وقت ختم ہوتے ہی تمام کاغذات متعلقہ خزانہ یہیں چھوڑ کر اپنے گھر جا کر آرام کروں گا۔ پس ایک وچاروان آدمی کاروباری ہوتے ہوئے بھی بے تعلقی زندگی بسر کر کے اپنے جیون میں سکھ شانتی پراپت کر سکتا ہے مگر وہ جو اپنا جیون شاستر مریادا کے انوسار گذارے گا۔ اگر وہ موہ ممتا میں پھنس کر اپنے فانی شریر کے عیش و آرام کے لئے یا اپنے پسماندگان یعنی اولاد وغیرہ کیلئے ناجائز طریقہ کام کرتے ہوئے دولت اکٹھی کریگا۔ تو اسے نہ تو یہاں سکھ چین نصیب ہوگا۔ اور نہ ہی پرلوک میں۔ کیونکہ کرم پھل کا ملنا ایک اٹل قانون ہے۔ عمل اور ردِ عمل یہ وہ قانون ہے کہ جس کو ٹالنا امر محال ہے۔ لیکن جو شخص اس قانون کی پرواہ نہ کر کے من مانی کارروائی کرتا ہے۔ اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ یہ مندرجہ ذیل کتھا سے سمجھ میں آ سکے گی۔

کتھا ہے۔ ایک دفعہ دیو رشی نارد جی و انگرہ رشی بھرمن کرتے ایک نگر کے بازار سے گذر رہے تھے۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ ایک دوکان پر اناج کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اور ایک بکرا اس میں منہ مار کر اناج کھانے کی کوشش کر رہا ہے ابھی بکرے نے ڈھیر میں منہ مارا ہی تھا۔ کہ اتنے میں دکان کے مالک کی نظر پڑ گئی۔ غصہ میں اٹھا۔ اور ایک لاٹھی بکرے کو اس زور سے ماری۔ کہ بچارہ اناج کھانا تو ایک طرف میں میں کرتا وہاں سے بھاگا۔ اور اپنی جان بچائی یہ نظارہ دیکھ کر دیو رشی نارد جی ہنس پڑے۔ انگرہ رشی نے پوچھا۔ نارد جی آپ کو اس موقعہ پر ہنسی کیوں آئی؟ جب رشی انگرہ جی نے پوچھا تو نارد جی نے جواب دیا۔ کہ رشی جی کچھ عرصہ پہلے یہاں جہاں کہ اناج کا ڈھیر لگ رہا ہے ایک معمولی سی دوکان تھی۔ اور اس معمولی دوکان کے مالک نے یہاں اناج کا کاروبار شروع کیا ہوتے ہوتے اس کا کام خوب بڑھا۔ اور یہ دوکان ترقی کرتی گئی۔ یہ اصول کی بات ہے کہ جب کمائی زیادہ ہوتی ہے۔ تو پیسہ کو خرچ کرنے کی سوجھتی ہے۔ چنانچہ مالک دوکان نے اس جگہ پر ایک بہت بڑی پختہ دکان بنوائی۔ اور اس کے ساتھ ایک پختہ حویلی بھی اپنی رہائش کے لئے تعمیر کرائی۔ اس حویلی پر بہت قیمتی مصالحہ خرچ کیا ... بڑھیا سے بڑھیا سامان لگایا۔ شائد اسی خیال سے کہ میں ہمیشہ ہی اس شاندار حویلی میں رہ جاؤں گا۔ مگر یہ بات تو ناممکن سی ہے کون ایسا بشر ہے۔ جو ہمیشہ یہاں رہا ہو۔ عام انسان قدرت کے اس قانون کو بھول جاتے ہیں۔ کہ جو بھی پیدا ... وہ ایک نہ ایک دن مرے گا بھی۔ کوئی طاقت اس ازلی قانون کو توڑ نہیں سکتی۔ آخر وہ وقت قریب آ گیا۔ جو ہر جاندار کے لئے آنا ہے۔ یعنی مالک حویلی کا انت سمے آ گیا۔ اب جبکہ یہ اپنی جیون یاترا سماپت کرنے لگا تو۔ اس کی مالی حالت لاکھوں کی نہیں بلکہ کروڑوں روپے کی تھی۔ ارتھات وہ مرتے وقت کروڑپتی تھا۔ مگر چونکہ مایا کے چکر میں ہی زندگی بسر کی تھی۔ پرلوک کے لئے کوئی سادھن نہیں کیا تھا۔ اس لئے انت متی سوئی گتی کے ماتحت کسی ایک برتی کے کارن اس کو بکرے

کی جونی تھی۔ اب جبکہ یہ بکرا جوان ہوا تو اتفاقاً آج یہ اس طرف بازار میں آنکلا۔ اور بھوک کے کارن اناج کے ڈھیر پر منھ مارا۔ مگر ابھی چند دانے اناج کے اس کے منہ کے اندر نہیں گئے ہونگے کہ اس پر لاٹھی کی چوٹ پڑی۔ اور یہ لاٹھی کی چوٹ پہونچانے والا کوئی دوسرا یا غیر نہیں تھا۔ بلکہ اس کے پچھلے جنم کا وہ بیٹا ہے۔ کہ جس کے خاطر اس نے سینکڑوں ہزاروں من اناج اور لاکھوں کروڑوں روپیہ کی جائداد چھوڑی تھی۔ آج وہی پچھلے جنم میں ہزاروں من اناج کا مالک چند دانوں کے لئے لاٹھیاں کھاتا پھرتا ہے۔ نارد جی نے کہا رشی جی بھگوان کی یہ وچتر مایا یا لیلا دیکھ کر مجھے ہنسی آئی تھی۔

اب اس کتھا کے آدھار پر وچار کیا جائے۔ کہ جو منش شاستر مریادا کو توڑ کر ناجائز طریقہ سے سنتان کیلئے دھن دولت اکٹھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کتنی غلطی پر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ شریر چھوڑنا ہے۔ اور سب چھوڑنا ہے اور تمام سمپتی بھی چھوٹنی ہے۔ اور اوشیہ چھوٹتی ہے۔ لیکن پھر بھی نہیں سمجھتے ہیں۔ ست شاستر اور ست پرش بار بار چیتاونی دیتے ہیں۔ کہ اے نادان انسان۔ مایا میں غلطان انسان۔ تو یہ جو کچھ کر رہا ہے۔ یعنی دن رات۔ سردی۔ گرمی۔ دیس پردیس۔ جائز۔ ناجائز طریقے سے دولت کے اکٹھا کرنے میں پاگلوں کی طرح پڑا پھرتا ہے۔ یہ تو اپنے لئے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے لئے کر رہا ہے۔ باڑ تو توڑ رہا ہے۔ اور سکھ لے گا دوسرا کوئی۔ تو اپنے لئے تو برا کر رہا ہے۔ کہ موہ ممتا میں آکر ستیہ کو استیہ اور استیہ کو ستیہ سمجھ کر استیہ کے ساتھ پریم بڑھا رہا ہے۔ لیکن یاد رکھ کر اَست پدارتھوں کے ساتھ پریم رکھنے کا نتیجہ دکھ اور ست سروپ بھگوان کے ساتھ پریم رکھنے کا نتیجہ سکھ اور امر پد کی پراپتی ہے۔

بس چاہیئے کہ اس منش جنم کو پاکر ہم غلطی نہ کریں۔ جس طرح کوئی طالب علم امتحان میں غلطی کر جاتا ہے۔ تو اسکی سال بھر کی کمائی نشٹ ہو جاتی ہے۔ یعنی غلطی کے کارن امتحان میں فیل ہونے کی سزا دوبارہ پڑھائی کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح جو منش اس جسمانی شریر میں غلطی کر کے امتحانِ زندگی میں فیل ہو جاتا ہے۔ اسے بموجب تحریر دھرم شاستر پھر کسی جونی میں آنا پڑتا ہے۔ اور یہ سلسلہ تب تک جاری رہتا ہے۔ جب تک کہ جیو آتما پوری طرح سپھلتا پراپت کر کے پرم آتما میں لین نہیں ہو جاتی وہ انسان سخت نادان ہیں۔ جو اس چندروزہ زندگی میں دنیاوی فانی پدارتھوں سے پریم اور محبت کرتے ہیں ایسے لوگ جتنا زیادہ پریم دنیاوی پدارتھوں کیساتھ کرتے ہیں۔ اسی قدر افسوس اور غم کے کانٹے انکو چبھتے ہیں۔ جو کچھ ناجائز کمائی انہوں نے کی ہوگی۔ وہ تو یہیں دھری رہ جائیگی۔ مگر اسکے پھل آگے بھگتنا ہی

باغِ ہستی کا نظارہ چار دن　　شجر دریا بر کنارا چار دن
عیش کے ساتھی ہیں سب دنیا نہیں　　کوئی بھی غم میں سہارا چار دن
بعد مٹ جاتی ہے الفت خود بخود　　لطف لگتا ہے پیارا چار دن
عالمِ فانی میں وقتِ زندگی　　عیش سے کس نے گذارا چار دن
یاد کر مالک کو پیارے یاد کر　　کر لے جیون میں کفارہ چار دن

راوڑ سنتی اوبرا

اوم اوم

التجا بدرگاہ عالی

شری بنسی دھر ویر بھم (ضلع روہتک)

تری اوٹ بھگوان ترا آسرا ہے — نہیں کوئی بھی اپنا تیرے سوا ہے
پتوُمات توہی سہائک سکھا ہے — توہی دین دکھیوں کا مشکل کشا ہے
غریبوں کا اک توہی حاجت روا ہے — توہی بے وسیلوں کی جائے پناہ ہے
اگر بخش دے تو تو پرواہ کیا ہے — کہ توہی شہنشاہ ارض و سما ہے
نہ بخشند تجھ سا کوئی دوسرا ہے — سوالی ترے در کا شاہ گدا ہے
کریم کر، کرم کر، کرم کی صدا ہے — یہ پھیلائے دامن سوالی کھڑا ہے
تو خالق سبھی نعمتوں کا ہے مالک — مگر نعمتوں سے نہ کچھ مدعا ہے
رہے نام سمرن ترا دھیان ہر دم — کہ جیون ترا نام آرادھنا ہے

طلب ہے فقط تیری تجھ سے اے پریتم
تو مل جائے بس اک یہی التجا ہے

اوم اوم

اک نام تمہارا کافی ہے

شری

(از قلم ننکور پرشاد سریواستو۔ بھونی ضلع سیتاپور)

یا بحر الم میں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہے — بھو ساگر سے ترنے کیلئے اک نام تمہارا کافی ہے
امید کا دامن چھوٹ گیا ماحول کی آنکھ مچولی میں — اک خستہ جگر عاشق کے لئے اتنا ہی سہارا کافی ہے
اسرار حقیقت کچھ بھی ہو وہ راز محبت کیا جانیں — بے لوث نظر اٹھ جائے ادھر اتنا ہی اشارہ کافی ہے
اس پاپی جیو کو ہو کیسے درشن کی تمنا شیام ہرے — دنیا میں الم سہنے کیلئے پردہ ہی تمہارا کافی ہے
تم برج میں رہو متھرا میں رہو یا اور کہیں جا دور بسو — گوکل کی رنگیلی سکھیوں کو بچھڑا ہی نظارہ کافی ہے

تم بھگت کے دل میں رہتے ہو اور بھگت تمہارے دل میں ہیں
ننکور کے لئے بس گیتا کا پیغام تمہارا کافی ہے

زندگی

(شری جگدیش چندر کوہلی) (سرشارؔ)

درد و غم کو جو سمجھتے ہیں عذابِ زندگی　　اُن کی قسمت میں کہاں کیفِ شرابِ زندگی

عہدِ طفلی، نوجوانی، صبحِ پیری، شامِ تربت　　ہے انہی رنگوں سے ترتیبِ کتابِ زندگی

جس طرح انساں کا سایہ ہے اُسکے ساتھ ساتھ　　ہے اسی صورت اجل بھی ہم رکابِ زندگی

زندگی سمجھا ہے جسکو اک حسیں دھوکا ہے یہ　　اے نثارِ جلوۂ موجِ سرابِ زندگی

جب بھی چھائیں زندگی پر موت کی تاریکیاں　　دفعتہً اُبھرا افق پر آفتابِ زندگی

زندگی کی قدر و قیمت سے رہے جو بے خبر　　عمر بھر ہوتا رہا اُن پر عتابِ زندگی

زندگی کہتے ہیں جسکو تا ابد پائندہ ہے　　موت نے بھی رُخ پہ ڈالا ہے نقابِ زندگی

موت کی زنجیر اسکو کر نہیں سکتی اسیر　　فطرتاً آزاد رکھتا ہے عقابِ زندگی

میکدہ ہے اپنی نظروں میں یہ ساری کائنات

ہم بھی اے سرشارؔ ہیں غرقِ شرابِ زندگی

چُنے ہُوئے پھُول

اوم

منشی رام سروپ جی

۱۔ اُس دھن کا کیا جس کا اُپ یوگ ہو دان نہ ہو — ایسے بل کا کیا جو شتروؤں کو دبا نہ سکے
ایسے شاستر ہی کیا جس میں دھرم کا آچرن نہ ہو — اور وہ آتما ہی کیا جو اندریوں کو جیت سکے

2۔ شاستروں کو پڑھکر بھی لوگ مورکھ رہ جاتے ہیں جو کریاوان ہیں وہی ودوان ہیں۔ اچھی طرح وچار کر کی ہوئی اوشدھی کیول نام لینے سے ہی منش کو نروگ نہیں کرتی۔

3۔ جس پُشپ میں سُگندھ نہیں چاہے وہ خوبصورت ہو تو بھی شوبھا نہیں پاتا۔ اس طرح سُندر یُوا اوستھا یا اچھے کُل میں پیدا ہُوا منش اگر مورکھ ہے تو اُسے شوبھا نہیں ملتی۔

4۔ اُچھے کپڑے پہنے ہوئے مورکھ تب تک شوبھت ہوتا ہے جبتک بولتا نہیں اُسکی وانی سنکر لوگ اُسے مورکھ سمجھتے ہیں۔ اور اس کا سنمان ختم ہو جاتا ہے۔

5۔ شاستروں نے کہا ہے کہ۔۔ سادھارن آدمی کے ساتھ رہنے سے بدھی گھٹتی ہے سمان کے ساتھ رہنے سے سم رہتی ہے اور بھلے منشوں کے ساتھ رہنے سے بدھی وکست (بڑھتی) ہوتی ہے۔

6۔ وہی منش وویک شیل ہے جو دوسری استریوں کو ماتا کے سمان دوسروں کے دھن کو مٹی کے سمان تُچھ اور سبھی پرانیوں کو اپنے سمان سمجھتا ہے۔

7۔ لوبھ کے کارن کرودھ لوبھ سے ہی موہ اور ناش ہوتا ہے۔ لوبھ ہی پاپ کا کارن ہے سونے کے مرگ کا جنم لینا اسمبھو (ناممکن) ہے۔ پھر بھی رام جی نے مرگ کے لئے لوبھ کیا۔ جس کا کارن سیتا کا ہرن ہُوا۔

8۔ کیول جاتی کارن کوئی مارا یا پُوجا نہیں جاتا۔ بلکہ اپنے ووہار کے کارن مارا یا پوجا جاتا ہے۔

9۔ سنمان کرنا چاہئے۔ یدی گھر میں دھن نہیں ہے تو بھی اتھتی کی پُوجا تھا آدر سنمان میٹھے بچنوں سے کرنا چاہئے کیونکہ ترن۔ بھومی۔ جل اور مدھر بچن کبھی بھی ست پُرشوں کے گھر سے اوچھن نہیں ہوتے۔

10۔ ماس جو کھاتا ہے اور جس کا ماس کھایا جاتا ہے ان کا مقابلہ کریں۔ ایک کو ایک پل کا سواد اور دوسرے کا پران جاتا ہے۔ جو نیک مانو ہے وہ کیوں ایسا کریگا جبکہ دوسرے سوادک وستو پیٹ بھرنے کو ملتے ہیں۔

11۔ یہ میرا ہے یہ تیرا ہے یہ دُوسرے کا ہے یہ چھوٹی سمجھ والوں کا وچار ہے اُدار دل والے پُرشوں کا تو تمام سنسار ہی کٹمب ہے۔

12۔ نہ کسی کا کوئی متر ہے نہ کسی کا کوئی شترو ووہار سے ہی متر اور شترو ہوتے ہیں۔

— اوم شم —

اوم

برہملین شری سوامی گوبندا نند جی مہاراج کی پوتر سمرتی میں بھگوان بھجون رشی کیش میں وارشک اُتسو جو مورخہ ۱۱-۱۲-۱۳ اپریل ۱۹۷۰ء کو ہوا۔

قسط ۷

ست سنگ سمیلن

از منسٹر پروپیگنڈا نندلال جی ایم اے

"پرم پوجیہ سوامی چیتنیا نند جی مہاراج اکھنڈ آنند آشرم رشی کیش جی کے اُپدیش کا سار"

مہاں پُرش انسانیت کا پالن پڑھکر خدائی درجہ بخشتے ہیں۔ انسان مایا کے تاریک اور حیران کن پھیلاؤ سے مہاں پرشوں کی برکت سے نکلتا ہے اور اُسے ان کی کرپا سے ہی شانتی اور حقیقی سُکھ کی جھلک نصیب ہوتی ہے شاستر دوارا ایشور کا دیا ہوا اُپدیش پرانی ماتر کے لئے سمندر کے کھاری جل کے سمان ہوتا ہے جو کہ مہاں پرشوں اور سنتوں کے مُکھارہند سے امرت روپ میں برستا ہوا مانوتا کا کلیان کرتا ہے۔ سنت اور گورو جن اپنے سروپ کا یتھارتھ بودھ پراپت کر کے دوسروں کو اس کا گیان کراتے ہیں۔ ایشور انسان کو مایا جال میں پھنساتا ہے اور سنت مایا جال سے نکالتے ہیں۔ برہملین ۱۰۸ پوجیہ سوامی گوبند آنند جی مہاراج اسی قسم کے تت ویتا مہاں پرش تھے۔ ان کے امرت مئی بچن آج بھی ہمارے ادھیاتمک جیون کے لئے مشعل راہ ثابت ہو رہے ہیں۔ اُن کے پرتی اصلی شردھانجلی اُن کے اُپدیش کے انوسار اپنے جیون کو ڈھالنا ہے۔

پرم پوجیہ سوامی ہری پورنا نند جی مہاراج منگل آشرم رشی کیش۔ آپ نے کین اُپنشد کے مندرجہ ذیل منتر کے مطابق انسانی جامہ کی وششٹتا پر پرکاش ڈالا۔

इह चेद वेदीदथ सत्यमस्ति न चेदि हा।
वेदीन्महती विनष्टिः। भूतेषु भूतेषु विचित्य धीराः प्रेत्यास्माल्लोकाद-
मृता भवन्ति ॥ (केन-उप० खण्ड २ श्लो० ५)

ارتھ۔ اس جیون میں یدی جان لیتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں جانتا تو مہان ہانی ہے۔ جو بدھیمان ہیں وہ تمام جگت کے اندر اُسے انوبھو کر کے جب یہاں سے جاتے ہیں تو امر بھاؤ کو پراپت ہوتے ہیں۔"

یہ مانو شریر ایک انمول رتن ہے اسے مایا کے دھندوں میں برباد کرنا مہاں مورکھتا اور زبردست خسارے کا سودا ہے۔

گوروواک۔ "بھئی پراپت مانکھ دیہریا۔ گوبند ملن کی ایہہ تیری بریا۔"
"جاکو آئے سوئی بیا جھو۔ ہر گُر تے منو اسیرا۔"

پاون پنیت گوربانی ہمیں اگیانتا سے جگا کر خبردار کر رہی ہے کہ اے انسان تیرا پرم کرتویہ یہی ہے کہ تو مہاں پرشوں کے بتائے ہوئے مارگ کے انوسار اپنے جیون کے کلیان ارتھ موکش کی پراپتی کر لے۔

نامعلوم یہ نایاب وقت پھر ملے یا نہ ملے۔ جو ایسا کر پاتا ہے وہی مبارک ہے۔ مہاں پُرشوں کے اُپدیش کے مطابق اپنے جیون کو شُبھ مارگ پر لگانا ہی اُن کے پرتی شردھانجلی ہے۔

پرم پوجیہ مہاتما آنند بودھ جی مہاراج سورگ آشرم رشی کیش کے فاضلانہ لیکچر کا خلاصہ آجکل بھوتک واد زوروں پر ہے۔ سنیما۔ ریڈیو۔ اور ناول اتیادی لوگوں کے آچار کو بھرشٹ کر رہے ہیں۔ وشے وکاروں کی طرف مانو کی رُچی پرتی دن بڑھ رہی ہے۔ آچار اور وچار ہینتا زور پکڑ رہی ہے جب تک اپنے آچار اور ووہار کو نہ شُدھار جائے۔ جب تک اندریوں اور من کا پرواہ نہ بدلا جائے۔ تب تک ویدواک من پر کچھ اثر نہیں کرتے۔ مہاپرشوں کا اُپدیش ایسی حالت میں بے اثر ثابت ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم پرم پوجیہ سوامی گوبند آنند جی مہاراج جیسے تت ویتا مہاں پرشوں کے اُپدیش کے انوسار اپنے ووہار آچار اور وچار کو شُدھ بنائیں۔ جیون کو باقاعدہ اور سیتمی بنانے کی کوشش کریں تب ہی ہم برہم گیان کے ادھیکاری بن سکتے ہیں۔

شریمان مہاتما وویکا نند جی مہاراج رشی کیش

ایشا واسیہ اُپنشد

स पर्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरं शुद्धम
पापविद्धम्। कविर्मनीषी परिभूः स्वयम्भूर्याथातथ्यतोऽर्थान् व्यद-
धाच्छाश्वतीभ्यः समाभ्यः॥ ईशा० ८॥

ارتھ۔ "وہ آتما سرو ویاپک ہے۔ سب کا سار رُوپ ہے اُسکے کایا (استھول شریر) نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ورن۔ الکھوا ناڑی ہے۔ وہ شدھ اور پاپ رُوپیہ مل سے رہت ہے۔ سروویت الکھوا وِ کھو اور سوئمبھو ہے۔ سرشٹی کے آرنبھ میں اُس نے پرجاپتیوں کے پرتی یتھا وت کاریوں کو سونپا۔"

مذکورہ منتر کے انوسار آپ نے آتم دیو کا سروپ ورنن کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنا آپ اتی سوکھشم ہے جب تک اندریوں اور من کو روک کر ستیہ مارگ پر نہ لگایا جائے اُتنے تک سوکھشم اور وویک وتی بُدھی پیدا نہیں ہوسکتی وویک کی اُتپتی کے لئے ست سنگ اور سنت جنوں کا ملاپ اُتم سادھن ہیں جہاں تک بن پڑے بھید وادیوں کی سنگت سے گریز کیا جائے۔ گیانیوں کا مان اور ستکار کرنے سے اور ان کے پاون چرنوں میں بیٹھ کر ست اُپدیش گرہن کرنے سے من کو شانتی پراپت ہوتی ہے۔ پرم پوجیہ سوامی گوبند آنند جی مہاراج ایسے ہی تت ویتا مہاں پُرش تھے جن کا پوتر اُپدیش آج بھی ادھیکاری جیووں کا کلیان کر رہا ہے۔ اُن کے اُپدیش کو اپنانا اور جیون کا انگ بنانا ہی ان کے پرتی حقیقی شردھانجلی ہے۔

پرم پوجیہ سوامی رگھبر دیال جی مہاراج منڈلیشور اودھوت آشرم رشی کیش جی کے منوہر اپدیش کا سار روپ۔

جتنا نام روپ پرپنچ ہے سب پریورتن شیل اور اگمایائی ہے۔ وہ وستو جو نہ کہیں جاتی ہے اور نہ آتی ہے۔ قائم دائم سدا اک رس والی ہے وہی برہم ہے۔

مایا۔ اودیا اگیان جو کہ اس نام روپ پرپنچ کا کارن ہیں انہی کی وجہ سے جیو اپنے واستو سروپ کو بھول گیا ہے اور اپنے آپ کو دیہہ مان کر دکھی ہو رہا ہے۔

دیہہ کھٹ وکار وان ہے۔

"جنم استی ادھ وردھ پرن ودھیرن گھے تن ناش

کھٹ وکار یہ دیہہ کے آتم سوئم پرکاش"

دیہہ وکار وان اور آتم دیو اپنا آپ نروکار۔ شدھ نرمل سچدانند سروپ ہے جیسی وستو ہو اس کا ویسا جاننا گیان کا سروپ ہے اور الٹا جاننا اگیان ہے۔ اپنے آپ کو آتما جاننا گیان ہے اور دیہہ ماننا اگیان ہے اور یہی دکھ کا کارن ہے۔ ہم دیہہ ابھیمان کے ہوتے ہوئے سکھ اور شانتی کے خواہاں ہیں جس کی پراپتی ناممکن ہے۔ ہم بوتے کیکر ہیں اور چاہتے انگور کا پھل ہیں یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔ دیہہ ابھیمان سرو پاپوں کا باپ ہے اس کی نورتی وویک اور ویراگ سے ہو سکتی ہے وویک اور ویراگ کی پراپتی کے لئے ست سنگ اور سنت جنوں کا ملاپ ضروری ہے۔ انکے اپدیش سے ہی ہماری درشٹی ایکتو بھاو میں قائم ہوتی ہے اور اسی سے شانتی پراپت ہو سکتی ہے۔ سوامی گوبند آنند جی مہاراج ایسے ہی نت ودیا مہان پرش تھے جن کے ملاپ سے کئی مایا جال میں پھنسے ہوئے دکھی پرانی شانت بھاو کو پراپت ہوئے اور آج بھی ان کا اپدیش کئی جگیاسوؤں کو شانتی پردان کر رہا ہے۔

پرم پوجیہ سوامی شاشوت آنند تیرتھ جی مہاراج۔ پرم شنشیہ 108 پوجیہ برہم لین سوامی گوبند آنند جی مہاراج، کا عالمانہ اپدیش۔ شمع پہلے اپنے آپ کو جلاتی ہے۔ پھر پروانے اس پر نچھاور ہوتے ہیں۔ جہاں مہاپرش سنیم اور تپ کی بھٹی میں اپنے جیون کو تپا کر آتم ساکھشات کار کے نور مقدس سے منور ہو جاتے ہیں پھر ان کا پرکاش پرانی ماتر کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ سورج نے آج تک کسی کو نمنترن نہیں دیا۔ سورج کا پرکاش ہوتے ہی نندرا میں اندھیرا سپرد بھاو کا تیاگ کر کے خود ہی اپنے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ یہی کیفیت نت ودیا مہان پرشوں کی ہے۔ ان کے جیون کے کارنامے اور ان کا پوتر جیون

ہی بھولے بھٹکے انسانوں کی اپنے گیان کے پرکاش سے رہنمائی کرتا ہے۔ وہ خود بخود اُن کے چرنوں میں حاضر ہوکر اپنے جیون کا کلیان کرتے ہیں۔ تت ویتا مہاں پُرشوں کی سم درشٹی میں سادھ اور چور کی تمیز نہیں رہتی اور اُن کی پاون پنیت درشٹی اپنے سمپرک میں آنے والے چوروں اور ڈاکوؤں کو بھی سنت بنا دیتی ہے۔ پرم پوجیہ گورودیو سوامی جی مہاراج ایسے ہی تت ویتا مہاں پُرش تھے۔ ہمارا پرم کرتویہ ہے کہ ہم اپنے جیون کو اُن کے اُپدیش کے انوسار ست مارگ پر چلائیں۔ یہی اُن کے پرتی شردھانجلی ہے۔ ساتھ ہی سپورگی آتم سمرپن ہی ایک ایسا اُتم سادھن ہے جس سے جگیاسو پرم شانتی پراپت کرسکتا ہے۔

انت میں آپ نے سنت سماج اور وِدوت منڈلی کے پنیت چرنوں میں سواگت اور شکریہ کے روپ میں اپنے پریم بھرے بھاو سمرپت کئے ساتھ ہی باہر سے آنے والے ست سنگی جگیاسو جنوں کا بھی دھنیہ واد کیا جنہوں نے اپنا امولیہ وقت دیکر اس سمیلن کی رونق کو بڑھایا اور اس مہان کاریہ کو پران چڑھایا۔

شری گورکھ ناتھ جی نندہ سمپادک رسالہ اوم دہلی۔

آپ کے پرم پرشار تھ سے رسالہ اوم دوارا اس بھوتک واد کے یُگ میں ہزاروں ادھیکاریوں کو نت اور بھگتی رس کا امرت پلایا جا رہا ہے جس سے وہ اپنے جیون کو کرتیہ کرتیہ کر رہے ہیں۔ آپ بھی ۱۰۸ پوجیہ سوامی گوبند آنند جی کے پرم شِشیہ ہیں۔ آپ کے لیکچر کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔"

"مانش جنم بڑے پُنیوں اور شبھ کرموں کا پھل ہے۔ اس کو پراپت کرکے کامل گورو کی شرن میں جانا نہایت ضروری ہے۔ کامل گورو کے بغیر جیون کے لکھش کی پراپتی نہیں ہوسکتی۔ گورو کامل اور شِشیہ عامل ہو تو پھر آتم ساکھشات کار کیوں نہ ہو۔

بقول ؎

گورو روی درپن شاستر ہے لوچن بدھ سمان
جب ہیاں تینوں ملیں پرتی بھت ہوئے گیان

گورو دیو میں پورن شردھا اور سچی عقیدت کی ضرورت ہے۔ سیوا سے ان کو پرسن کرنے سے حقیقی مُراد بر آسکتی ہے جس نے اس راز کو سمجھ لیا وہی جیون میں سپھل ہوسکا اور حقیقی آنند اور شانتی کو پاسکا۔ پرم پوجیہ سوامی گوبند آنند جی مہاراج بھی ایسے ہی تت ویتا برہم نِشٹھی اور برہم شروتری مہاں پُرش تھے جن کے اپدیش سے میرے جیسے کئی وِیکتیوں کا کلیان ہوا۔ اور آج بھی اُن کے گوبند پرکاش میں ورنن کئے گئے اُپدیش سے کئی ادھیکاری اپنے جیون کو سُکھی بنا رہے ہیں۔

(باقی پھر)

گوبند پرکاش (ہندی) قیمت 3½ روپئے علاوہ ڈاکخرچ ½ روپیہ رسالہ اوم دہلی سے مل سکتی ہے۔

اوم　　اوم

دھرم رکھشک شیواجی کی
ایک مہلا کے ستّو کی رکھشا

(ایک تاریخی واقعہ)

(از قلم پنڈت جگن ناتھ کھنّہ صفی)

۱۶۷۴ء کا واقعہ ہے، گرمی کا موسم تھا، کڑکے کی دھوپ میں جو جسموں کو جھلس رہی تھی، دو گھوڑ سوار گولکنڈہ سے بیجاپور کی طرف گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے جا رہے تھے۔ صرف دو مہینے پہلے چھترپتی شیواجی کی تخت نشینی کی تقریب پر لوگوں کے ہجوم کے ہجوم، رائے گڑھ کی طرف جاتے ہوئے دیکھے جاتے تھے اور تمام سڑک پر بڑی بھاری چہل پہل اور رونق تھی۔ دونوں سوار ایک اُجڑے ہوئے گاؤں کے بعد دوسرے گاؤں کے پاس سے گذر رہے تھے۔ اور ان کے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا، ان دیہات میں اب کوئی آدمی رہتا دکھائی نہیں دیتا، کیا وہ سوراج میں نہیں ہیں (یعنی آپ کے راج میں) یہ سوال نیتاجی نے پوچھا۔ اور اس کے ساتھی نے جو خود شیواجی ہی تھے۔ یوں جواب دیا افسوس ہے تو یہ سوراج میں لیکن سرحد سے اتنی دور ہیں کہ ہم مغل ڈاکوؤں سے انکی حفاظت نہیں کر سکتے۔

سورج دیوتا اس وقت جوبن میں تھے، اور دونو سوار پسینے سے شرابور ایک پیڑ کے نیچے رُک گئے۔ اور ادھر اُدھر دیکھنے لگے کہ کہیں کوئی ندی یا کنڈ ہو تو وہ وہاں سے جل پان کر کے اپنی پیاس بجھائیں، شیواجی نے اشارہ کیا کہ وہاں اس خوبصورت سی جھونپڑی کی بغل میں ایک کنڈ ہے۔ وہاں چلکر پانی پینا چاہئے۔ اب دونوں سوار اُس جھونپڑی کی طرف چل دیئے۔ جھونپڑی اُس کنڈ کے عین کنارے پر واقع تھی، لیکن وہ بھی بالکل اُجڑی ہوئی معلوم دے رہی تھی۔ نیتاجی دونو گھوڑے کنڈ کے کنارے پر لے گئے، وہاں پہونچنے پر ان کے کان میں دھیمی دھیمی سسکنے کی آواز سنائی دی۔ کچھ رُک کر انہوں نے اس آواز کو بڑے غور سے سننے کی کوشش کی۔ آواز جھونپڑی کے اندر سے آ رہی تھی، اب شیواجی نے اپنے ساتھی کو جھونپڑی کے اندر جانے کا اشارہ کیا اور خود ایک کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر اندر دیکھنے لگے، نیتاجی پھرتی سے دروازہ پر پہنچے اور اندر گھس گئے اور چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ اب وہ آواز انہیں صاف صاف سنائی دے رہی تھی:- دیوی بھگوتی، مجھے بھسم کر دینا، پرنتو اب سوائے آتم ہتیا کے اور کوئی چارہ بھی نہیں جس سے میرا ستّو (عصمت) بچ سکے، شیواجی کا اشارہ پا کر پھر وہ کمرے کے اندر جا پہنچے اور چپکے کھڑے ہو گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نوجوان مہلا بھگوتی کی مورتی کے سامنے اپنے گلے میں پھندا لگا کر اور لٹک کر آتم ہتیا کو تیار ہو رہی ہے۔ یہ دیکھکر نیتاجی نے بڑی پھرتی سے اپنی تلوار سے اس کے گلے سے پھندے کو کاٹ دیا۔ پھر بڑے پیار سے پوچھنے لگے "دیوی، کیا بات ہے جو ایسے بھیانک طریقہ سے اپنا جیون

سماپت کرنے کو تیار ہو رہی ہو۔؟

"ستری مان جی، کبول اپنا ستتو (عزّت) بچانے کے خیال سے،، لیکن اب تو تمھاری عزّت بالکل محفوظ ہے۔ اسے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا،" نیتا جی نے یہ لفظ بڑی نرمی سے اپنی زبان سے نکالے، اب تو تم چھترپتی سیوا جی کے راج میں ہو" راگھو جی انکے جرنیل ہیں، اب کسی کو بھی یہ حوصلہ نہیں ہو سکتا کہ کسی معصوم عورت کا ستت بھنگ کرے، کیا تم نہیں جانتی کہ کل بھرے دربار میں وہ اسے (یعنی راگھو جی کو) ریت فوج کا سیناپتی مقرر کرنے والے ہیں،،

راگھو جی کا نام سنتے ہی وہ عورت کٹھور ہو گئی اور اس طرح بول اٹھی۔ وہی جنرل راگھو جی خود ہی میری عزّت خراب کرنے کو میرے ستتو پر پرہار کرنیکو تُلا ہوا ہے، میرے پتی دیو راگھو جی کے ماتحت ایک سپاہی تھے اور وہ لڑائی میں ہی اپنی جان کھو بیٹھے، راگھو جی ایک دفعہ انکے ساتھ ہمارے گھر آئے تھے۔ اور اُس نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ اب جبکہ میں پتی ہین، ودھوا اور اکیلی رہ گئی ہوں وہ اس سنتھتی کا ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے میں اکثر اسکی اس ناجائز حرکت کا مقابلہ کرتی رہی ہوں لیکن اس سے وہ اور بھی کام آتر ہو گیا ہے وہ کل ہی میری عزّت پر حملہ کرنے کے لئے آنیوالا ہے، اسی اوستھا میں میرے لئے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ میں اپنے جیون کا خاتمہ کر دوں اور اس کے حملے سے اپنی عزّت کو بچالوں،،

نیتا جی نے یہ الفاظ بڑی خاموشی اور دھیرج سے سنے اور مہاراج سیوا جی نے بھی کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے، یہ سب کچھ سن لیا، جب نیتا جی دروازے کی طرف بڑھے، تو انہوں نے بڑی آہستگی سے اسے کہا:۔ دیوی، اب تمہیں آتم ہتیا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کل تمھاری عزّت پر کسی حملے کا خطرہ نہیں ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، یہ کہکر اُس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور سیوا جی مہاراج سے جا ملا، جب دونوں سوار آگے چل پڑے تو اسمیں کوئی بات نہ ہوئی، سیوا جی کی آنکھیں فاصلے پر کسی چیز کی تلاش میں مصروف معلوم ہوتی تھیں۔ رائے گڑھ پہونچکر سیوا جی نے ایک مختصر سی گھوشنا کی یعنی اعلان کیا کہ کل راگھو جی کے مان میں جو جلسہ ہونے والا تھا اُسے ملتوی کر دیا گیا ہے۔"

ہر ایک شخص یہ سُنکر ہکا بکا رہ گیا، اگلے دن رات کے اندھیرے میں ایک گھوڑ سوار قلعہ سے باہر نکلا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ دو اور گھوڑ سوار اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اور اس کی سب حرکات سکنات کو غور سے دیکھ رہے ہیں، ایک گھنٹہ بعد اُس اکیلی جھونپڑی کے دروازے پر جو اُس کنڈ کے پاس تھی کھٹکھٹاہٹ ہوئی۔ دروازہ کھُل گیا، اور عورت سخت حالت مایوسی میں پیچھے ہٹ گئی وہ راگھو جی تھا۔ جو اسکی عزّت پر حملہ کرنے کے لئے آ چکا تھا۔ اب تو اس دیوی کے دل میں یہ خیال آیا کہ کل آنے والے اجنبی کے وعدہ کا کیا مطلب تھا۔؟ کمرہ کے اندر گھُس کر راگھو جی نے اس کے سوندریہ کا اپنی بھوکی آنکھوں سے پان کیا اور کہنے لگا آج تو میں کبھی واپس نہیں جاؤں گا۔ بغیر تمھارے روپ کے آنند میں پراپت کرنے کے آج تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔،،

اسے 'کیوں نہیں' یہ دو الفاظ چاقو کی طرح کمرے کے اندر سنائی دیئے۔ یہ سنکر راگھوجی چیکر کھاکر کھڑا ہوگیا۔ جیسے زمین پر گڑ گیا ہو۔ اس کے سامنے سیواجی مہاراج کھڑے تھے۔ اور اُن کے پہلو پر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے نیتاجی کھڑے تھے، سیواجی نے بڑی گھرنا سے یعنی نہایت نفرت آمیز لہجہ میں کہا، راگھوجی، اگر اس چھلا سے مجھے یہ بات معلوم نہ ہو جاتی تو میں کبھی بھی یہ یقین نہ کرتا کہ میرا ایک بہادر جرنیل ایسے بُرے ارادے رکھنے کا دوشی ہو سکتا ہے۔ راگھوجی سر جھکائے بُت کی طرح سامنے کھڑا تھا۔ سیواجی نے پھر یہ کہا:۔

راگھوجی میں تجھے اپنی سروس سے موقوف کرتا ہوں اور تمہیں ابھی اپنے سوراج (سلطنت) سے باہر نکل جانے کا حکم دیتا ہوں، لیکن نیتاجی نے ان کے کان میں یہ کہا کہ ایسا کرنے سے آپ ایک قابل جرنیل ہاتھ سے کھو بیٹھینگے۔ سیواجی مہاراج نے بڑی متانت سے اس کا یوں جواب دیا۔ اگر ایک جرنیل میرے ہاتھ سے نکل جائے گا تو میں کسی اور کو مقرر کر دونگا۔ لیکن اگر یہ چھلا اپنی عزت کھو بیٹھی تو وہ اسے کبھی بھی حاصل نہ ہو سکتی، یہ تھا مہاراج چھترپتی کا اوچیہ آدرش۔ جسکو پورا کرنے کیلئے انہوں نے سر دھڑ کی بازی لگادی۔

(صفی)

اوم

ہندو ویر کا پرم چرتر

(شیواجی مرہٹہ کے جیون کی ایک پوتر جھانکی)

ازکوی ۔ نوکسانھ دل دہلی

اوم

پکڑے ہوئے بچاری کو ۔۔۔ دیش کی ابلا ناری کو
لائے شیور میں سینک ویر ۔۔۔ شکتی شالی مہارتھ دھیر
من ہی من مسکاتے ہوئے ۔۔۔ من ہی من ہرشاتے ہوئے
اُچھل اُچھل کر آتے تھے ۔۔۔ پھولے نہیں سماتے تھے
مہاراج اسکو اپنائیں گے ۔۔۔ پرسکار ہم پائیں گے
اس وشواس کو لیئے ہوئے ۔۔۔ آشا امرت پیئے ہوئے

سینک شیور میں آئے عجب

مہاراج نے دیکھا تب

کھلی نوکیلی، کانٹوں میں ۔۔۔ گنو بھیانک سنگھوں میں
چڑیا خونی بازوں میں ۔۔۔ دیوی ہنسک پشوؤں میں
اُدھروں پر سرسائے سُمن ۔۔۔ اُدھروں سے برسائے سُمن
ہوتی میری جننی بھی ۔۔۔ اس سُندری جیسی سُندری
مَیں بھی ہوتا۔ اتی سُندر ۔۔۔ لیتا لوگوں کے مَن ہر

اس کی دِشا نہار کے آج
اُٹھکر چھترپتی شِیوراج

بولے دُھیریہ کرو دھارن ۔۔۔ جان کے بندھن کا کارن
پاس بُلایا سینکوں کو ۔۔۔ اور سمجھایا سینکوں کو
رکھا دَرسا ہس مت کرنا ۔۔۔ دیش کی لاج کبھی مت ہرنا
جس کی ایسی بات سُنینگے ۔۔۔ اُس کو پران دنڈ ہم دینگے
اس کو اب سَنمان پُوروک ۔۔۔ پہنچا دو تم اس کے گھر تک

سُن کر بیٹی مُسلمان کی
بات اِک ہندو ویر جہان کی

من میں مند مند مُسکاتی ۔۔۔ من کے اِکتارے پر گاتی
ان کے اس برتاؤ کے گیت ۔۔۔ ان کے مدھر سبھاؤ کے گیت
دیکھ کے پاون پرم پوتر ۔۔۔ ہندو ویر کا پرم چرتر

من ہی من پرشنسا کرتی
ہندو یودھا چھترپتی کی

ناستک سرکار کی ہندو ورودھی نیتی

اور بھگوان رام کا اپمان

(از قلم شری جگل کشور گپت ایڈووکیٹ پردھان راجستھان پردیش سناتن دھرم پرتی ندھی مہا سبھا)

سورگیہ ڈاکٹر امبیدکر کے 78 ویں جنم دوس سماروہ میں بمقام نگرہ ضلع جھانسی میں بھاشن دیتے ہوئے شری شنکر آنند ڈپٹی ڈائرکٹر لیبر تنتھا نیوجن نئی دہلی نے کہا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ رام اچھوتوں پتتوں سے پریم کرتے تھے اس لئے اُنہوں نے شبری کے جُوٹھے بیر کھائے۔ اصلیت میں ایسا نہیں ہے۔ اُس کی عورت بھاگ گئی تھی۔ شاید شبری بڑی گوری۔ خوبصورت ہوگی۔ اس لئے رام اُس عورت کو چاہنے لگا ہوگا۔ اپنی پیاری کے جوٹھے بیر کون نہیں کھائے گا"۔

یہ الفاظ ہیں سیکولر (دھرم نرپیکش) بھارت سرکار کے اوچیہ ادھیکاری کے۔ جو انہوں نے لکھی سبھا میں بھگوان رام کے پرتی کہے۔ جن بھگوان رام کو کروڑوں ورشوں سے ہندو پر برہم پرماتما مانتے آئے ہیں۔ میں تو ان پنکتیوں کو نوٹ کرنا بھی پاپ سمجھتا ہوں۔ یدی انگریز کا راجیہ بھی ہوتا۔ تو ڈپٹی ڈائرکٹر مہودہ اپنے آپ کو جیل میں سرکاری اتتھی کے روپ میں پاتے۔ لیکن ورتمان (ناستک اور سیکولر) راج میں جگت گورو شنکر آچاریہ جی مہاراج کے خلاف تو کیس (مقدمہ) چلایا جا سکتا ہے۔ لیکن مندرجہ بالا ڈپٹی ڈائرکٹر مہودہ کے خلاف نہیں۔ جبکہ اُن کا اپرادھ صاف طور پر دھارا ۲۹۵ اے بھارتیہ ڈنڈ سنگھتا میں آتا ہے کیونکہ بھارت سرکار سپشٹ روپ میں ہندو ورودھی نیتی کا انوسرن کر رہی ہے۔ وہ اس دیش میں بسنے والے ہندوؤں کو یہ انوبھو کرانا چاہتی ہے کہ اکثریت میں ہونے پر بھی وہ بے بسی کی حالت میں ہیں۔"

نوٹ:۔ از ایڈیٹر۔

موجودہ کانگریسی سرکار نے اگر ہندوؤں کی دھرم بھاوناؤں کو کچلنے کا ارادہ ترک نہ کیا۔ نیز گئو ہتیا کو بند نہ کیا۔ تو ایک بھی ہندو کہلانے والا شخص اپنے ووٹوں کے ذریعے اِن ناستک لوگوں کو برسر اقتدار آنے نہ دیگا۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ جن ہندوؤں کی ووٹوں سے اِن کو راجیہ ملا۔ اُن کو ہی یہ لوگ ذلیل کر رہے ہیں۔ اور اب مسلم لیگ جیسی فرقہ پرست اور کمیونسٹ جیسی دیش دروہی پارٹیوں کے ساتھ

گٹھ جوڑ کر کے دیش کا ستیاناش کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ جن لوگوں نے دھرم اور اخلاق کو بالائے طاق رکھ دیا ہو۔ اُن کی بدھی بھرشٹ ہو جاتی ہے۔ "وناش کالے وپریت بدھی" اس لئے وہ دشمن کو سجن اور سجن کو دشمن بنانے لگتے ہیں۔ کاش کہ آج مہاتما گاندھی ہوتے اور ان لوگوں کو راہ راست پر لاتے۔

حکومت کے نشہ میں سرشار لوگ اپنی عاقبت کو بھی بھول جاتے ہیں۔ اور جب حکومت ہاتھ سے چلی جاتی ہے تو پھر پچھتاتے ہیں۔

گدّی سدا اکاش نہ چڑھی رہندی حکم سدا نہ کسے دے رہن جاری
بولن سدا نہ بلبلاں وچ باغاں رہندی سدا نہ رُت بسنت پیاری
پت جھڑ وی آوندی سماں پا کے ہُندی وکھاوی گرمی جدپے بھاری
دُکھ سُکھ دوویں نالو نال چلدے دن رات دی جویں ہے بنی واری
سُکھ چین وچ پھُل نہ جائیں ذرا اسے ہیلے دکھ نہ دلوں گھبرائیدا اے
دوہیں حالتیں ویرا ڈول رہ کے سدا اپنا فرض نبھائیدا اے

(بنسی دھرویر)

بھگوان رام اور شری لکشمن کے چرتر پر کٹا کش کرنے والے جو ہندو دھرم گرنتھوں سے انبھگیہ یعنی انجان (جن کے لئے سنسکرت کی تعلیم۔ کالا اکھشر بھینس برابر ہے) راون کی طرح اہنکار میں آ کر اناپ شناپ کہہ رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کے جذبات کو بڑھکا رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے رامائن پڑھی یا سُنی ہوتی تو بھگوان رام پر ایسا آروپ نہ لگاتے۔

راون کی بہن سروپ نکھا اپنا سُندر رُوپ بنا کر رام کے ادبھت اور آکرشک رُوپ کو دیکھ کر موہت ہو گئی اور رام کو مخاطب ہو کر مُسکراتی ہوئی بولی :-

تم سم پُرش نہ مو سم ناری یہ سنجوگ بدھی رچا وچاری

نہ تو تمہارے سمان کوئی پُرش ہے۔ نہ میرے سمان استری۔ ودھاتا نے یہ سنجوگ (جوڑا) بہت وچار کر رکھا ہے۔

مم انُوروپ پُرش جگ ماہیں دیکھیوں کھوج لوک تہوں ناہیں
تاتیں اب لگ رہیوں کماری منو مانا کچھ تمہیں نہاری

میرے یوگیہ پُرش (ور) جگت بھر میں نہیں ہے۔ میں نے تینوں لوکوں کو کھوج دیکھا۔ اسی سے میں اب تک

کنواری رہی۔ اب تم کو دیکھکر من مانا ہے۔

رام نے جواب دیا کہ اے سندری۔ میں تو شادی شدہ ہوں۔ یہ میری استری سیتا موجود ہے۔ پھر وہ لکشمن جی کے پاس گئی۔ اور اُن سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ پرنتو اُنہوں نے بھی صاف انکار کر دیا۔ پھر اُس نے اپنا بھینکر روپ دھار کر سیتا جی پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن لچھمن جی اُس کے اِس ارادہ کو فوراً بھانپ گئے اور اس نرلج اور کامک استری کے ناک اور کان کاٹ دیئے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رام اور لکشمن کا چرتر کتنا اونچا تھا۔ کہ راون جیسے پرتاپی راجہ کی بہن جو کہ اتی خوبصورت بن کر آئی تھی اور خود ہی کام آتر ہو کر دونوں بھائیوں کو شادی کیلئے پرپرنا کر رہی تھی۔ اُسکو ٹھکرا دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ رام مریادہ پرشوتم ہیں۔ دھرم کی رکھشا کے لئے سنسار میں پرگٹ ہوئے ہیں۔ اور جو لوگ دھرم مریادہ کا اُلنگھن کرنے والے راکھشی پرکرتی کے لوگ ہیں۔ اُن کا قلع قمع کرنے کے لئے اُنہوں نے دھنش بان ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ ۱۴ سال بنباس کے لمبے عرصہ میں اپنی دھرم پتنی کے موجود ہونے پر بھی اُنہوں نے برہمچریہ دھارن کیا۔ اور لکشمن جی نے اپنی بھرجائی کا مُنہ تک نہ دیکھا۔ بلکہ ہمیشہ اُن کے پاؤں میں ہی اپنی نظر رکھی۔ جس کا ثبوت موجود ہے۔ کہ جب راون سیتا جی کو آکاش مارگ سے لے جا رہا تھا تو سیتا جی نے اپنے زیور زمین پر پھینکے۔ جو کہ سگریو کی سینا نے اکٹھے کئے۔ جب شری لکشمن جی کو رام نے اُن زیوروں کو پہچاننے کے لئے کہا۔ تو جواب ملا کہ صرف پاؤں کے زیور ہی میں پہچان سکتا ہوں لیکن چہرہ کے نہیں۔ کیونکہ ماتا سیتا کے چہرے کی طرف میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

یہ تھا اُن مہاں پرشوں کا کیریکٹر جن پر آجکل کے نااہل اور بے علم مغرب زدہ لوگ کٹاکش کر کے ہندو جنتا کے سینہ میں نشتر چبھو کر ہری جنوں اور ہندوؤں میں نفرت پیدا کر رہے ہیں۔ ایسے غیر ذمہ دار لوگوں کو حکومت میں شامل کرنا دیش کے لئے خطرناک ہے۔ اب جبکہ ہماری مہارانی اندرا جی پبلک میں اعلان کر چکی ہے کہ وہ ہندو ہے۔ اُس کا فرض ہے کہ وہ ہندوؤں کے جذبات کو بھڑکانے والے ایسے اصحاب کا مُنہ بند کرے۔ ہندوؤں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اور اب وہ اپنے مہاپرشوں کا اپمان برداشت نہیں کر سکتے۔"

صحیح تشخیص باقاعدہ علاج عُمدہ دوائیں

کے

حبِ خاص الخاص

پٹھوں کی کمزوری رعشہ اور بلغم کی زیادتی کے لئے۔ قیمت دس گولی تین روپے۔

دانش

نزلہ زکام اور دماغی تھکاوٹ کے لئے
قیمت ایک شیشی چار روپے

لئے

گاندھی دواخانہ 152 ڈی کملا نگر دہلی۔ فون نمبر 229929

اوم اوم

(رتن رامائن کا ایک ورق)

آدرش بھکتنی شبری

(از قلم پنڈت رتن چند رتن)

ذات کی اک بھیلنی جس کا کہ شبری نام تھا
لوحِ دل پر نام اُسکے رام کا ارقام تھا
چلتے پھرتے بیٹھتے ورد زباں شری رام تھا
نہ کسی سے واسطہ مطلب تھا نہ کچھ کام تھا
صاف کر دیتی تھی رستے پیشتر پربھات کے
نزد کُٹیاؤں کے رکھ دیتی تھی ایندھن کاٹ کے

اک رشی نے دیدیا اپدیش اُسکو رام کا
کاٹ ڈالا اُس نے پھندا گردشِ ایّام کا
شُدھ ہردے کر دیا امرت پلا کر نام کا
کر دیا مختار کُل کُٹیا کے خاص و عام کا
اور کہا کُٹیا میں تیری مالک ہر دو جہاں
خود بخود آجائینگے ہردے میں رکھ اُنکا دھیان

انتظارِ رام میں رہتی تھی وہ شام و سحر
صاف کرتی راستے پھل پھول لاتی توڑ کر
آج وہ آئے نہیں آئیں گے اب وہ دیگر
بس اسی اُمید پر مُدّت گئی کافی گذر
چھڑکتی پانی کبھی گوبر سے دھرتی لیپتی
کام روزانہ یہی تھا اور یہی اک ٹیک تھی

گھومتے پھرتے پھراتے ایکدن شاہِ جہاں
بھیلنی کے آشرم میں آ گئے خندہ دہاں
دیکھتے ہی لُٹ گئی چرنوں میں ہو کر شادماں
بند تھی اُسکی زباں آنکھوں سے بہتے آنسو رواں
پریم کی پکّی پجارن پریم میں ڈوبی ہوئی
کھو چکی ہستی کو اپنی دیکھ سیتا پتی ہو رہی

پھر اُٹھی اور اُٹھ کے دَوڑی۔ دَوڑی دَوڑی لائی جل
چرن دھوئے پریم سے بیٹھے کھِلائے پھُول پھَل
رام کو پرسن کر جیون کیا اپنا سپھل
حسن و محسوسات ہردے سے گئے فوراً نکل

رام بولے اس قیام بن میں پھل کھائے کئی
اس قدر شیرینی لذّت مگر اک میں نہ تھی

بھیلنی بولی پربھو مجھ میں لیاقت کچھ نہیں
بے علم ہُوں نطق میرے میں بلیاقت کچھ نہیں
نیچ کی بیٹی کے تن میں جز حماقت کچھ نہیں
کارِ خدمت کیا کروں سیوا کی طاقت کچھ نہیں

سادگی کی گفتگو میں اثر مقناطیس تھا
جس کے سُنتے ہی بڑا دل خوش ہوا جگدیش کا

رام بولے ذات کا جھگڑا نہیں میں جانتا
اور نہ ہوں علمی لیاقت کو ہی میں پہچانتا
نیچ سے نفرت نہیں نہ اُونچ سے کچھ ماننا
پریم کا ہوں میں پجاری پریم کو ہوں ماننا

پریم میں ڈوبے ہوئے کو خود پکڑ لیتا ہوں میں
اپنے ہردے سے لگا سنتشٹ کر دیتا ہوں میں

جو کتھا پرسنگ اور ست سنگ میں من جوڑ کر
کیرتن کرتا ہے میرا مان اپنا توڑ کر
جاپ دِرڑھ وشواس کا کرتا ہے آپا چھوڑ کر
چھل کپٹ سے اسے رتن دیتا ہے جو منہ موڑ کر

وہ سمجھا جاتا ہے مجھ میں بے شبہ اور بالیقیں
فلسفہ منطق ریاضی کی ضرورت واں نہیں

شبری بھگوان رام کا پریم بھرا سندیش سُنکر پاؤں پکڑ کر رونے لگی اور پھر چپ ہو گئی۔ بھگوان نے دیکھا کہ اُس نے اُنکے ملاپ کے آنند میں پران تیاگ دیئے ہیں۔ شبری بھگتی کے آدرش کا نمونہ بھی تپ اور بھجن سے اُس کا شریر ہڈیوں کا پنجر بن چکا تھا۔ بھگوان رام کے درشن سے وہ کرت کرت ہو گئی اور ناشوان پد پراپت کیا۔

رتن رامائن منظوم مجلد۔ قیمت رعایتی دو روپئے ۲ رسالہ اوم دہلی سے حاصل کریں

اوم

۲ دو مسلمان بھکتوں کا الوکک پریم

(از قلم شری جگن ناتھ کھنہ صفی)

ہتم صاحب ایک مسلمان بھگت تھے۔ ایکدن وہ شری ناتھ دوار مندر راجستھان میں درشنوں کیلئے پہنچے، لیکن پجاری نے انہیں درشنوں کا موقعہ نہ دیا۔ اور وعدہ کیا کہ کل آپکو ضرور درشن کراؤنگا۔ چنانچہ وہ اگلے دن وقت مقررہ پر مندر پہنچے۔ لیکن انہیں معلوم ہوگیا کہ پجاری نے ایک گھنٹہ پہلے ہی درشن بند کر دیئے تھے۔ وہ نہایت مایوس ہوئے اس حالت میں ان سے رہا نہ گیا۔ اور بہت درد آمیز آواز اور لہجہ میں بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگے کہ ہے پربھو آپ بھی فرقہ پرستی کا شکار ہوگئے۔ میں درشنوں کے لئے ترس رہا ہوں اور مندر کا دروازہ ہی نہیں کھلتا" یہ سنکر بھگوان نے اُسے درشن دیکر کرتارتھ کیا۔ اصل میں بات بھگت کی اپنی بھاونا ہے۔ اگر وہ کیول بھگوان کی پراپتی کے لئے ہی ہو۔ اور کوئی دھن، نام اور ایمان وغیرہ کی خواہش کے زیر اثر کوئی ڈھونگ نہ رچا گیا ہو۔ تو پربھو نت کھشن اُسے سنتے ہیں اور اپنے بھگت کے ہردے کو آنند کی ندھی (خزانے) سے بھر دیتے ہیں۔

(۲)

اُسی مندر شری ناتھ دوارا کی ایک اور گھٹنا قابل ذکر ہے، یہ واقعہ سنہ ۱۹۵۲ء کا ہے، وہاں کے ایک کنجڑے نے ٹھاکر جی کے لئے کچھ آموں کے پیڑوں کو آرکھشت (محفوظ) کر دیا۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہوئی کہ ان آموں میں جو وہاں لگے ہوئے تھے کیڑے پڑ گئے، باقی کے پیڑ جو ریزرو نہیں کئے گئے تھے۔ بالکل ٹھیک رہے۔ جس دن ٹھاکر جی کو آموں کا بھوگ لگانا تھا، اور وہ تیار نہ ہو سکے تو اس کنجڑے نے برت کر دیا یعنی بھوک ہڑتال یا انشن سات دن تک پانی تک بھی گرہن نہ کیا۔ ساتویں روز جب بھگوان کے بھوگ کا وقت ہوا۔ اور اُن کے سامنے بھوگ پدارتھ رکھے گئے تو بھگوان اپنی من موہنی چھٹا سے اُس برت دھاری کنجڑے کے سامنے پرگٹ ہوئے اور وہ سب بھوگ پدارتھ اُسکے سامنے رکھکر کہنے لگے کہ تم اب روزہ کھول دو۔ چاندی کی صراحی جو جل سے بھری ہوئی تھی۔ وہ بھی اس کے ارپن کر کے آپ الوپ ہو گئے۔ کنجڑا ہکا بکا رہگیا۔ اور پربھو کی آگیا پالن کر کے اپنا روزہ کھولدیا۔ صبح اٹھکر اُس نے دیکھا کہ سب آم بھی ٹھیک ہو گئے ہیں۔ اب تو اسکی خوشی کی کوئی سیما نہ رہی، اُس نے آم اتارے اور اونٹ پر لاد کر اور وہ صراحی بھی اس کے گلے میں لٹکا کر مندر پہنچا اور وہ آم پجاری کے بھینٹ کئے۔ پجاری وہ صراحی دیکھکر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ بھئی تم نے یہ ٹھاکر جی کی صراحی کیوں چرائی تھی۔ یہ سنکر کنجڑے نے کہا کہ شریمان جی میں نے اسے چرایا نہیں تھا یہ تو ٹھاکر جی نے خود ہی میرے حوالے کی تھی، اور حکم دیا تھا کہ میں پانی پی لوں۔ کنجڑے کی یہ بات سنکر پجاری کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی" وہ کنجڑا اس کے کئی سال بعد تک بھی زندہ رہا"۔ صفی۔

"پوجا اور فریب"

از قلم شری رام لعل سالک
چنڈی گڑھ شاگرد رشید
شری سوامی رامانند جی
پرم ہنس یوگی راج)"

رُخِ اوّل
کہنے کو تو مندر و مسجد میں بھگوان کی پوجا ہوتی ہے،
چھائے ہیں حرص کے بندے وہاں، پکوان کی پوجا ہوتی ہے
یہ ایک فریبِ دلکش ہے، جو تسبیح تلک سجائے ہیں
جب پردۂ خلوت میں جائیں شیطان کی پوجا ہوتی ہے
انسان میں حس اور آن نہیں اور فرض کی کچھ پہچان نہیں
مشکل سے وہ دل ملتا ہے جہاں ایمان کی پوجا ہوتی ہے،
اک وقت تھا جب یہ سر اپنا بس نامِ خدا پہ جھکتا تھا
آیا ہے زمانہ اب ایسا، سلطان کی پوجا ہوتی ہے
اک دورِ آسودہ تھا ایسا، جی بھر کھانے کو ملتا تھا
ہیں فکرِ معاش میں سرگرداں، اب نان کی پوجا ہوتی ہے
اک وقت تھا صحبتِ فقرا میں ہم درسِ عرفاں کا لیتے تھے
اب وید قرآں میں دھرے پڑے، جزدان کی پوجا ہوتی ہے
یہ کیا بے رحمیٔ دنیا ہے، یہ کیسا دورِ جہالت ہے
زندہ کو تو ٹھکرائے دنیا، بے جان کی پوجا ہوتی ہے
جی سکتا ہے وہ اس دنیا میں جینے کے جو قابل ہوتا ہے
کمزور تو کچلے جاتے ہیں، بلوان کی پوجا ہوتی ہے

رُخِ دوم۔
اس مذہبِ عشق میں ایسی کبھی مجبوریٔ دل ہو جاتی ہے
معبود کو ملنے کی خاطر، دربان کی پوجا ہوتی ہے
ویسے تو نہیں مے پیتا ہوں، گر ساقی پلائے پی جاؤں
ساقی کی خوشی ہم کرتے ہیں، پیمان کی پوجا ہوتی ہے
ہم بندۂ عشق ہیں اے ناصح، ہم کو تو سکوں درکار نہیں
جی جاں سے گذرنے کی خاطر، طوفان کی پوجا ہوتی ہے
ہیں اک تماشا اور ناشی ہوں، یہ جسم میرا گھر فانی ہے
اس گھر کو بنائے رکھنا بھی، مہمان کی پوجا ہوتی ہے
ہر مندر ہر کا مندر ہے، اک ہر ہر اک کے اندر ہے
جس در پہ بھی ہم سجدہ کر دیں، بھگوان کی پوجا ہوتی ہے
پریتم تو میرا ہر جائی ہے، ہر نام اور روپ میں بستا ہے
ہم مسلکی نظر سے دیکھیں اسے، کیا شان سے پوجا ہوتی ہے
سالکِ میخانہ ساقی سے پی کر وہ نظر مل جاتی ہے
ہر اک میں سراپا ہر دیکھیں، انسان کی پوجا ہوتی ہے"

(اوم)

اوم　　اوم

قسط نمبر ۶

باوالال جی!

(از قلم شری خیراتی رام جی پوری)

اُنہوں نے شری دھیان پور پہنچکر اس طریقہ بیراگ کو پسند کیا اور عرض کی کہ ہمکو بھی زنار کا سے گوپی چندن اور بازوؤں پر چھاپہ لگوانے کا حکم صادر فرمایا جاوے۔ باوالال جی نے جو طریقہ عبادت سوامی چیتن جی سے شری ستگور باوالال دیال کو اپدیش کیا تھا اُسی پر کاربند رہے۔ اور ان میں سے بشیتر چھ درشن کو چھ شاستر جان کر ہی بھگوان میں شردھا دھارن کرنے لگے۔ خواجہ حافظ فرماتے ہیں کہ مالا اور گودڑی سے نام کی مستی نہیں ملتی یہ تو شراب وحدت (گیان دھیان دینے والے) بیچنے والے سے ہی طلب کر۔

تسبیح و طریقہ لذت مستی نہ بخشدت ۔ ہمت دریں عمل طلب از میفروش کن

شری شکدیو جی کی کتھا جوکہ عام طور پر جانی جاتی ہے سُنائی۔ کہ جب وہ بارہ سال کے بعد ماں کے شکم سے باہر آئے تو اُس وقت بیراگ لیکر دنیا سے کنارہ کش ہوکر آبادی بطرف جنگل روانہ ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد اندر سے آواز آئی کہ گورو کے بغیر مکتی نہیں ملتی۔ اور اسوقت راجہ جنک سے بہتر گورو ملنا محال ہے۔ شری شکدیو جی راجہ جنک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گیان کے اُپدیش کے لئے پرارتھنا کی۔ راجہ جنک نے دل میں خیال کیا کہ یہ شخص تو جنم سے ہی بیراگی ہے اور دنیا کی لذتوں سے ناآشنا ہے۔ مگر دوسری جانب میں ایک گرہستی ہوں۔ اس کو کسی حیلے سے ٹال دیا جائے۔ اس مدعا سے انہوں نے شکدیو جی سے سوال کیا کہ تعلق بہتر ہے یا تجرد (دُنیا میں رہنا اور گرہستی بننا یا اکیلا یا برہمچاری رہنا) شری شکدیو جی بہت گیان وان اور زیرک تھے سوچنے لگے کہ اگر تعلق یعنی دُنیا داری کہوں تو جواب مل سکتا ہے کہ آپ تو آزاد ہیں اور تکلیف اُٹھاتے ہیں آپ گھر پر رہیں۔ اگر جواب دوں کہ اکیلا اور برہم چاری رہنا بہتر ہے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ پھر اس گورشش کے سلسلہ کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اس سے تو تعلق ہی بنے گا۔ اور میں گرہستی ہوں اور آپ آزاد ہیں۔ ان تمام باتوں پر غور کر کے جواب دیا کہ ان ہر دو سوالات کا جواب تو سمجھ (گیان) پر ہی منحصر ہے۔ اور بدھی سے جو نتیجہ کر لیا جاوے وہ بہترین ہوگا۔ اور اس بھگوان کا گیان پراپت کرنے کیلئے ستگور جو اس گیان میں پری پورن ہو اُپدیش لینا لابدی ہو جاتا ہے۔ راجہ جنک نے ان کو برہم گیان کا اُپدیش دیا۔ دوسری ایسی مثال مہاراجہ بھرتری کی ہے۔ جب مہاراجہ بھرتری تارک تخت و تاج ہوکر جنگل میں بھگتی کرنے لگے تو کچھ عرصہ بعد دوسرے بھائی مہاراجہ بکرماجیت سے ملے تو مہاراجہ بکرماجیت نے کہا کہ آپ دُنیا کے لوازمات سے مُنہ موڑکر سب لذتیں ترک کر کے جنگل کو چل دیئے۔ اور ہم اسی دُنیا میں گرفتار رہے۔ اور اس بھگتی سے محروم رہ گئے۔ تو مہاراجہ بھرتری نے جواب دیا کہ تمہارا ترک (ویراگ) ہم سے بہتر بلند ہے۔ ہم نے

تو دُنیا کے عیش کے سامان ہی ترک کئے۔ مگر آپ نے تو سورگ تک بھی ترک کر دیا ہے۔
غور سے اگر دیکھا جائے تو جو آدمی عیش کے سامان ترک کر دیتا ہے۔ مگر دل سے عیش کا ترک نہیں کرتا۔ اُس سے وہ شخص بدرجہا بہتر ہے۔ جو دُنیا کے انہی عیش کے اسباب کے درمیان اقامت رکھتا ہوا بھی دل سے ترک کر دیتا ہے۔ اور وہ اس تیاگ کے پھل سے سرفراز ہوتا ہے۔ مگر دُوسرا جو دل سے ترک نہیں کرتا کامیاب نہیں۔ آگے فارسی میں تحریر کیا گیا ہے۔ کہ جب تک میں اور تو کا خیال ہے یعنی خود پرستی باقی ہے میں چاہتا ہوں کہ میں نفس (اہم بھاو) کو ختم کر دوں۔ مگر جس چیز سے وہ توڑا توڑنے والا تو ابھی باقی ہے۔ (یعنی من) مطلب یہ ہے۔ کہ من کی ایسی سادھنا کرے کہ وہ خود بخود سیدھے راستے (بھگتی اور گیان) کی طرف راغب ہو۔ گو میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ میں نے دُنیا کو ترک کر دیا ہے۔ اور خرقہ فقیری اوڑھ لیا ہے۔ دُنیا کے عیش و آرام چھوڑے۔ مگر فقیری کے ساز و سامان میں گرفتار ہو گیا۔ اس کو ترک نہیں کہتے۔ (جھولی۔ تونبہ۔ چمٹا کی حفاظت کرنا پڑی۔ ترک (ویراگ) کا تعلق دل سے ہے کسی ورن یا آشرم سے نہیں۔ جبتک انسان کا من اس ویراگ کی چاشنی میں ڈوب نہیں جاتا اور دُنیا کی آلائشوں سے پاک ہو کر نیک اعمال کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اُسے بھگوان کا ساکشات کار نہیں ہو سکتا۔ دُنیا میں کوئی ہی ایسا شخص ہوتا ہے جس نے شراب وحدت کا مزا لیا ہو اور اس اور اگلی دُنیا کو بالکل بھلا دیا ہوا ہو۔

جب بابا کانشی رام اس طور بابا لال سے سرفراز ہو کر گیان میں پختہ کار ہو گئے۔ تو ایک دن دوران یاترا سوہدرہ (جو آجکل پاکستان میں ہے۔) قیام کیا۔ اس اثنا میں شاہزادہ بلند اقبال داراشکوہ جو عازم کشمیر تھے۔ مقیم ہوئے۔ اور اس باغ میں تشریف لائے جہاں بابا کانشی رام بیٹھے ہوئے تھے۔ اور شاہزادے کا حکم تھا کہ فقیروں کو خواہ مخواہ کسی جگہ قیام سے روکنا نہ چاہئے۔ ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد شہزادہ داراشکوہ بابا کانشی رام و دیگر سنت جو وہاں اقامت پذیر تھے اُنکے پاس تشریف لائے۔ اور سوال کیا کہ آپ کونسے فرقہ کے سادھو ہیں۔ بابا کانشی رام نے جواب دیا کہ ہم فرقہ ویراگ کے سادھو ہیں۔ شہزادہ نے کہا کہ بیراگ کا کیا مطلب ہے؟ بابا کانشی رام نے جواب دیا کہ جو دُنیا کو ترک کر دے۔ وہ بیراگی ہے۔ شہزادہ نے سوال کیا کہ آپ نے کس چیز کا ترک کیا ہے؟ اس پر بابا کانشی رام نے جواب دیا۔ کہ ترک دُنیا کی ہوس اور خواہشات سے کنارہ کشی ہے نہ کہ لباس ترک دینے سے
(باقی پھر)

اگر آپ اوم کے خریدار نہیں۔ تو آج ہی چندہ سالانہ =/13 روپئے بذریعہ منی آرڈر بھیجکر خریدار بن جاویں۔ تاکہ آپ کو نیا سالنامہ اُپاسنا انک بابت جنوری ۱۹۷۱ء مل سکے۔"
"منیجر"

دیپک فوٹو سٹوڈیو اگر سین مارکیٹ نئی دہلی

سَت سنگی بہن بھائیوں کیلئے خاص رعایت

شادی۔ ست سنگ۔ دھارمک جلسوں کی شاندار یادگار رسم کی شکل میں رکھنے کے لئے دیپک فوٹو سٹوڈیو 213 W اگر سین مارکیٹ سنت پورہ نزد تلک نگر نئی دہلی ۱۵

پدھاریں

بہترین اور مقررہ وقت پر سروس کی گارنٹی

روی الیکٹرک ورکس اگر سین مارکیٹ اشوک نگر

نئی دہلی ۱۵

ہاؤس وائرنگ۔ عارضی روشنی کا انتظام۔ موٹر وائینڈنگ اور بجلی کے سامان کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔ ست سنگی بھائیوں اور دھارمک سنستھاؤں کے لئے خاص رعایت

آزمائش شرط ہے

پروپرائٹر۔ روی الیکٹرک ورکس 252 W اگر سین مارکیٹ اشوک نگر نئی دہلی ۱۵

بلّی کی آنکھوں جیسی چمک

جوتوں پر لانے کے لئے

بلّی شو پالش

billy

SHOE POLISH

بلّی شو کریم کا استعمال کیجئے

بلّی بوٹ پالش کمپنی دہلی ۶